وظیفہ پڑھنے والوں کے لئے خاص تحفہ
برکاتِ بُردہؒ
امام شرف الدین محمد بن سعید بوصیریؒ

برکاتِ بُردہ

امام بوصیری کے قصیدہ بُردہ شریف
کے خواص و فوائد اور فیوض و برکات کا
تحقیقی جائزہ

اور

وظیفہ پڑھنے والوں کے لئے خاص تحفہ

علامہ فضل احمد عارف

نذیر سنز پبلشرز
۴۰ - اے اردو بازار ○ لاہور

2006ء

نذیر حسین نے

زاہد بشیر پرنٹرز سے چھپوا کر۔

نذیر سنز پبلشرز ۴۰۔ اے اردو بازار لاہور سے شائع کی

قیمت 120 روپے

بیا اے ہم نفس باہم بنالیم
من و تو کشتۂ شانِ جمالیم
دو حرفے برمرادِ دل بگوئیم
بپائے خواجہ چشماں را بمالیم

— اقبال —

فہرست منازل برائے وظیفہ

برکات بردہ

۱۔ منزل اول وظیفہ بروز جمعۃ المبارک ۱۰۰
۲۔ منزل دوم وظیفہ بروز ہفتہ ۱۱۶
۳۔ منزل سوم وظیفہ اتوار ۱۳۲
۴۔ منزل چہارم وظیفہ بروز پیر / سوموار ۱۴۰
۵۔ منزل پنجم وظیفہ منگل وار ۱۴۸
۶۔ منزل ششم وظیفہ بدھوار ۱۸۰
۷۔ منزل ہفتم وظیفہ بروز خمیس / جمعرات ۱۹۴

تعارف مؤلف و مصنّف

نام ——— (علامہ) فضل احمد عارف

تعلیم ——— ایم۔اے (عربی) ایم۔اے (اسلامیات)

تصانیف ——— ۱۔ فلسفۂ دعا

۲۔ حکمت استخارہ

۳۔ سیرت بایزیدؒ

۴۔ سیرت جنیدؒ

۵۔ حقیقتِ رمضان

۶۔ انوارِ بُردہ

۷۔ برکات بُردہ

۸۔ قصیدہ بردہ مترجم زیر تالیف

۹۔ برکاتِ رمضان

۱۰۔ سیرتِ سلمانؓ

۱۱۔ شرح بانت سعاد

۱۲۔ فضائلِ تسبیحِ فاطمہؓ

مستقل پتہ ——— العارف 95 نشیمن کالونی کشمیر سٹریٹ

بوسن روڈ۔ ملتان (فون: 221017)

فہرستِ مندرجات

عنوان	صفحہ
عرضِ مؤلف	۱۱
باب اوّل — تذکرۂ بوصیریؒ	۱۷-۴۶
ابتدائی اور خاندانی حالات	
آباؤ اجداد اور وطن	۱۹
ولادت اور مقامِ ولادت	۲۱
تیمہ اور سعادت ہمنامی	۲۱
چند اور سعادت مند	۲۲
تعلیم و تربیت	
حفظِ قرآن و تحصیل علوم	۲۳
فقہ وحدیث	۲۳
اساتذہ و شیوخ	۲۴
تحقیق و تخصص	۲۴
حیاتِ بوصیریؒ کا دورِ اوّل	
اجراءِ مکتب	۲۵
کتابت و معیشت	۲۵
شعر و شاعری	۲۵
اندازِ شاعری	۲۶
تعلق دربار	۲۷
ملازمتِ سرکار	۲۷
انقلابِ باطن	
برکتِ تسمیہ	۲۸

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
سرگزشتِ انقلاب	۲۹		
حیاتِ بوصیری کا دورِ آخر		◎ **باب دوم ـ تعارفِ بردہ**	۵۸-۳۷
مدحتِ پیغمبرؐ	۳۰	**اسماء و وجوہِ تسمیہ**	
مصاحبتِ وزیر	۳۰	بوجہِ رنگارنگی مضامین	۳۹
افادۂ عام	۳۱	بوجہِ ردائے مدحت	۴۰
قصائد قبل از حج	۳۱	بوجہِ عطاءِ بردہ	۴۰
حج و زیارت	۳۲	بوجہِ شفایابیٔ مرض	۴۰
قصائد بعد از حج	۳۲	بوجہِ راحتِ جسم و جان	۴۱
بردہ اور بُردار	۳۲	**پس منظرِ قصیدہ**	
تربیتِ روحانی	۳۲	ہمارا اپنا حال	۴۱
مدحِ پیر و مرشد	۳۳	ہماری شامتِ اعمال	۴۲
قیامِ حرمین	۳۴	احساسِ زیاں	۴۲
قیامِ قبلۂ اوّل	۳۴	**محرکاتِ تالیف**	
سفرِ آخرت		پہلا محرک	۴۴
سفرِ اسکندریہ	۳۵	دوسرا محرک	۴۴
تدفین و مزار	۳۵	تیسرا محرک	۴۵
سنِ وفات	۳۶	چوتھا محرک	۴۵
تلامذۂ بوصیری	۳۶	پانچواں محرک	۴۵
ـــــ		چھٹا اور فوری محرک	۴۵

عنوان	صفحہ
تالیف اور سرگزشتِ تالیف	
سن و سالِ تالیف	۴۶
تالیف کی کہانی مولف کی زبانی	۴۷
معجز نمائی اور اعجازِ مسیحائی	
وزیر اور توقیر	۴۹
اکسیر پر تاثیر	۵۰
بردا، اور عطائے بُردہ	۵۰
ادبی و فنی محاسن	
شانِ فصاحت	۵۱
اجمالی جائزہ	۵۱
حسنِ تشبیب	۵۲
حسنِ گریز	۵۲
اسلوبِ بدیع	۵۳
آرا، اور مستشرقین	۵۳
صنائع و بدائع	۵۳
امثال و حکم	۵۴
شانِ بلاغت	۵۴
معنوی و باطنی خوبیاں	۵۵
لوازمِ نعت	۵۵
سوز و گداز	۵۵
اثر و تاثیر	۵۵
حفظِ مراتب	۵۶
صحتِ عقیدہ	۵۶
ربطِ مضامین	۵۷
ازالۂ اوہام	۵۷
احتسابِ نفس	۵۷
● **باب سوم۔ مقبولیتِ بُردہ**	۵۹-۷۸
شانِ مقبولیت	۶۱
بارگاہِ خداوندی میں مقبولیت	۶۱
بارگاہِ رسالت میں مقبولیت	۶۲
صحابہ کرام میں مقبولیت	۶۵
امام بوصیری اور رہنمائی شارحین	۶۵
اشاعت اور مقبولیت	
عہدِ حیات میں مقبولیت	۶۶
اگلی صدی میں اشاعت	۶۷
عالمِ اسلام کے مشہور عالم شارحین	۶۷
مشہور عربی شرحیں	۶۷
فارسی اور ترکی شرحیں	۶۸
مستشرقین اور تراجم	۶۸

عنوان	صفحہ
برِصغیر پاک و ہند میں مقبولیت	۶۹
سلسلۂ سند و اجازت	۶۹
حفظ و قرأت اور درس و تدریس	۷۱
عربی و فارسی میں شرح نگاری	۷۲
اردو میں شرح نگاری	۷۳
ایک شارح اور متعدد شرحیں	۷۳
ایک مترجم اور متعدد تراجم	۷۴
تراجم و حواشی	۷۵
اشعارِ بردہ سے استشہاد	۷۵
تتبع بردہ میں قصائد	۷۸
◎ **باب چہارم ـ خواص بردہ**	۹۶-۸۹
فیوض و برکات	۸۱
عشقِ رسولؐ کی سعادت	۸۱
زیارتِ نبویہؐ کی نعمت	۸۲
شافعِ محشر کی شفاعت	۸۳
راہِ طریقت کی دریافت	۸۴
غنا اور دولتِ استغنا	۸۶
یمن و سعادت اور امن و عافیت	۸۷
قیدِ اعداء سے نجات	۸۸

عنوان	صفحہ
حصولِ حاجات اور ردِ بلیات	۸۹
بینائی کی بازیافت	۹۰
شرِ جنات سے نجات	۹۱
شعر سرچشمۂ وظائف	
تریاقِ حاجات	۹۲
عمل حلِ مشکلات	۹۳
واقعۂ مشکل کشائی	۹۳
کشفِ حقائق	۹۴
حصولِ شفاعت	۹۴
◎ **باب پنجم ـ اشعارِ بردہ** (مترجم، احزاب میں منقسم مع خواص)	۲۱۲-۹۷
آدابِ قرأت قصیدہ	۲۱۳ تا ۲۱۶
ماخذ و مصادر	

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً

ما قصۂ سکندر و دارا نہ خواندہ ایم
از ما بجز حکایتِ مہر و وفا مپرس

امام شرف الدین محمد بن سعید بوصیریؒ ایک عارف باللہ اور عاشقِ رسول اللہ تھے اور ان کا قصیدہ بُردہ شریف بھی عشق مصطفےٰؐ ہی کی ایک دستاویز دل آویز ہے۔ ابتدا میں وہ ایک قصیدہ گو درباری شاعر تھے کہ اچانک ان پر فالج کا حملہ ہوا۔ علاج معالجہ ہوا اگرچنداں افاقہ نہ ہوا۔ بیماری نے طول کھینچا تو دوست احباب سب ساتھ چھوڑ گئے حتیٰ کہ عزیز و اقارب تک بیزار ہو گئے۔ اہلِ نظر سے مخفی نہیں کہ ایسے عالمِ یاس میں حبیبِ خدا (ارواحنالہٗ الفدا) کے توسّل کے ساتھ خدا سے دُعا، ہر درد کا درماں اور ہر غم کا مداوا ہے۔

ازاں دردے کہ در جان و تن است

گوشۂ چشم تو داروئے من است (اقبال)

امام بوصیریؒ بیان کرتے ہیں کہ بے چارگی اور بے بسی کی اس حالت میں میں نے یہ نعتیہ قصیدہ کہا اور بارگاہِ رسالتؐ میں عقیدت کے یہ پھول پیش کر کے ذاتِ اقدسؐ کو اپنا وسیلہ بنایا۔

دراں غوغا کہ کس کس را نہ پرسد

من از پیرِ مغاں منت پذیرم

قصیدہ پڑھتا رہا، روتا رہا اور خدائے بزرگ و برتر سے گڑگڑا کر دعا مانگتا رہا حتیٰ کہ روتے روتے سو گیا۔ خواب میں زیارتِ رسولؐ نصیب ہوئی۔ حضور پاکؐ نے از رہِ کرم اپنا دستِ شفا میرے مفلوج بدن پر پھیرا۔ بیدار ہوا تو اپنے آپ کو تندرست پایا۔

امام بوصیریؒ نے نعتِ پیغمبرؐ میں یہ شعر کہا تھا، بلاشبہ اس کی عملی تفسیر خود اپنی نگاہوں سے مشاہدہ کر لی۔

كَمْ أَبْرَأَتْ وَصِبًا بِاللَّمْسِ رَاحَتُهُ

وَأَطْلَقَتْ أَرِبًا مِنْ رِبْقَةِ اللَّمَمِ (بُردہ شعر نمبر ۸۶)

ترجمہ: کتنی بار ایسا ہوا کہ حضور پر نورؐ کے کفِ دست نے محض چھو کر بیماروں کو اچھا کر دیا اور بہت دفعہ اس کفِ دست نے سخت حاجتمندوں کو بندِ جنوں سے رہائی بخشی۔

خدا جانے اس عاشقِ رسولؐ نے جب یہ قصیدہ کہا ہو گا اور اپنا سوزِ عشق اور دردِ محبت اشعارِ بُردہ میں سمویا ہو گا تو ان کے کیف و مستی کا کیا عالم ہو گا۔

ساقی ترا مستی سے کیا حال ہوا ہو گا

جب تو نے یہ مے ظالم شیشے میں بھری ہو گی

ہم تو بس اتنا جانتے ہیں کہ آج بھی جو کوئی عقیدت و محبت سے یہ قصیدہ پڑھتا ہے وہ نہ صرف اپنے دل میں دردِ محبت کی کسک محسوس کرتا ہے بلکہ اس ذات قدسی صفات کا والہ و شیدا ہو جاتا ہے کہ جس کی محبت اصلِ ایمان اور نجاتِ اخروی کا سامان ہے۔

بوصیری علیہ الرحمہ نے ۶۶۰ھ میں یہ قصیدہ کہا تھا، صدیاں گزر گئیں مگر اس کی مقبولیت میں کمی نہیں آئی۔ انھوں نے اپنے خونِ جگر سے جو چراغ جلائے تھے، ان کی لَو ماند نہیں پڑی بلکہ مُرورِ زمانہ سے اس کی مقبولیت میں مزید اضافہ ہوا ہے۔ بلاشبہ یہ سارا عشقِ مصطفےٰ کا فیضان ہے جس نے بردہ کو قبولِ عام اور بوصیریؒ کو شہرتِ دوام عطا کی ہے۔

اقبال کس کے عشق کا یہ فیضِ عام ہے
رومی فنا ہوا حبشی کو دوام ہے

قصیدے کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ کتاب اللہ کے بعد سب سے زیادہ شرحیں اس قصیدے کی لکھی گئی ہیں۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ۔

قصیدہ بردہ دراصل معجزاتِ نبویؐ کا نہایت خوبصورت مرقع ہے۔ سراپا اعجاز ذات کے تذکرۂ معجزات کی برکت نے اس قصیدے کو بھی معجز نما تاثیر کا حامل بنا دیا ہے۔ اس کے انوار و تجلیات اور فیوض و برکات اظہر من الشمس ہیں۔ قضائے حاجات، حلِ مشکلات اور روحانیات میں اس کی تاثیر مسلّم اور مشہور ہے۔ جن لوگوں نے بھی اسے وردِ زباں بنایا ہے اور آزمایا ہے انھوں نے اسے ہمیشہ ایمان افروز، روح پرور، بابرکت اور شفا بخش ہی پایا ہے۔ اپنی بے مثال روحانیت اور نورانیت کی بدولت یہ قصیدہ صدیوں سے بزرگانِ دین کے اوراد و وظائف میں شامل رہا ہے۔ سلسلہ شاذلیہ مدینیہ کے مشائخ

کے معمولات کی خاص چیز بردہ شریف کا وظیفہ ہے۔

اس گئے گزرے زمانے میں بھی بہت سے ایسے خوش نصیب موجود ہیں کہ جو بڑی باقاعدگی کے ساتھ بردہ شریف بطور وظیفہ پڑھتے اور اس کی برکتوں سے فیض یاب ہوتے ہیں۔

بردہ شریف کے شارحین اور مترجمین میں اکابر علماء اور مشاہیر مشایخ شامل ہیں۔ مجھ جیسے گنہگار کو بھی اللہ تعالیٰ نے بس اپنے حبیب پاکؐ کے صدقے میں اس بابرکت قصیدے کی تھوڑی بہت خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔

کہاں میں اور کہاں یہ نکہتِ گل
نسیم صبح، تیری مہربانی

۱۶ سال پہلے راقم نے انوارِ بُردہ کے نام سے اردو شرح لکھی تھی کہ جو خاصی مقبول ہوئی اور اب نایاب ہے لیکن اس میں زیادہ تر قصیدے کے علمی پہلو کو پیشِ نظر رکھا گیا تھا۔ موجودہ کتاب "برکاتِ بردہ" شرح نہیں بلکہ اس بابرکت قصیدے کے عملی پہلو کو مدِ نظر رکھ کر مرتب کی گئی ہے چنانچہ اس میں تقسیم احزاب و منازل کے ساتھ متن مع ترجمہ و صحیح اعراب کا اہتمام کیا گیا ہے اور بزرگانِ دین اور سلفِ صالحین کے تجربات و مشاہدات کی روشنی میں بُردہ اور اشعارِ بُردہ کے خواص اور فیوض و برکات کی نشاندہی کی گئی ہے۔ مزید براں قصیدے اور صاحبِ قصیدہ کا تحقیق کے ساتھ تعارف کرایا گیا ہے اور برصغیر پاک و ہند میں اس کی مقبولیت کا بطور خاص جائزہ لیا گیا ہے۔

امید ہے کہ عشاقِ رسولؐ مدحتِ رسولؐ کے سدا بہار مہکتے ہوئے ان پھولوں سے اپنے مشامِ جان کو معطر کریں گے اور اشعارِ بُردہ کو وردِ زبان بنا کر اس کی روحانی برکتوں سے فائدہ اٹھائیں گے۔ خدا ہم سب کو برکاتِ بُردہ سے بہرہ ور کرے آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ

عَلیٰ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِن النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلیٰ اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ الَّذِیْ قُرِنَتِ الْبَرَکَۃُ بِذَاتِہٖ وَمُحَیَّاہُ وَتَعَطَّرَتِ الْعَوَالِمُ بِطِیْبِ ذِکْرِہٖ وَرَیَّاہُ۔

دُعاگو و دُعاجو

فضل احمد عارف

باب اوّل

تذکرۂ بوصیریؒ

ابتدائی اور خاندانی حالات

آباؤ اجداد اور وطن

اس نعتیہ شاہکار کے شاعر کا نام نامی اور اسم گرامی محمد بن سعید، کنیت ابو عبداللہ اور لقب شرف الدین ہے۔ اپنے آبائی شہر بوصیر کی نسبت سے بوصیری کہلاتے ہیں۔

بقول ابن شاکر کتبی چونکہ ان کے والد بزرگوار بوصیر کے رہنے والے اور والدہ ماجدہ دلاص کی تھیں لہٰذا دونوں شہروں کی مناسبت سے دلاصیری بھی کہہ دیا جاتا ہے تاہم شہرت بوصیری کی نسبت سے پائی ہے[1]

معرفتِ الٰہی اور روحانی مقام و مرتبہ کی بدولت عالم اسلام میں وہ عارف باللہ اور ایک ولی اللہ کی حیثیت سے جانے پہچانے جاتے ہیں۔ فقہی مسلک کے اعتبار سے آپ شافعی اور سلسلۂ طریقت میں شاذلی ہیں۔

---

[1] فوات الوفیات ج ۲ ص ۲۰۵، ۲۰۶

اصلاً وہ عرب نہیں تھے بلکہ ان کا تعلق بربر نسل کے ایک بڑے قبیلے صنہاجۃ کی شاخ بنو حبنون سے تھا۔[1] آباؤ اجداد قلعہ بنی حمّاد (الجزائر۔ المغرب الاوسط) سے ترکِ وطن کر کے ملک مصر کے علاقہ صعید (بالائی مصر) کے قصبہ بوصیر میں آباد ہو گئے تھے۔[2]

بُوصیر، مغربی ڈیلٹا میں دریائے نیل کی شاخ دِمیاط کے مغربی کنارے پر[3] فیوم اور بنی سُوَیف کے شہروں کے درمیان[4] موخر الذکر ضلع کے علاقے میں شامل ہے[5] یونانی اسے بوصیرس (BUSIRIS) کہہ کر پکارتے تھے اور اب مصریوں کے ہاں ابوصیر بھی کہلاتا ہے[6] امام بوصیریؒ کے ہمعصر ماہر جغرافیہ یاقوت حموی کے بیان کے مطابق بوصیر نام کی دراصل چار بستیاں تھیں جن میں سے قابلِ ذکر بوصیر قوریدس تھی[7]

چوتھی صدی ہجری کے جغرافیہ دان مُقدّسی نے بوصیر کی اہم پیداوار قریدس الکتان الرفیع بیان کی ہے[8] جو عمدہ قسم کی ایک السی تھی جس کی چھال سے اس زمانے میں بڑا عمدہ کپڑا تیار ہوتا تھا۔ یہ قصبہ قدیم زمانے میں بڑا شہر تھا اور وادئ نیل

---

[1]:۔ مقدمہ دیوان البوصیری ص ۵

[2]:۔ المقفیٰ للمقریزی عکسی اقتباس

[3]:۔ ایوری مینز انسائیکلوپیڈیا ج ۲ ص ۶۹۲

[4]:۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۵ ص ۵۱

[5]:۔ الاعلام للزرکلی ج ۷ ص ۱۱

[6]:۔ نیو ایج انسائیکلوپیڈیا ج ۲ ص ۳۸۵

[7]:۔ معجم البلدان، ج ۱ ص ۵۰۹

[8]:۔ ترجمہ و تحشیہ احسن التقاسیم ص ۹۳

میں پوجے جانے والے یونانی دیوتا اوسائرس (OSIRIS) کے معبد اور نسبت کی وجہ سے مشہور تھا[۱] لیکن عہدِ اسلام میں اسے شہرتِ دوام، بلاشبہ ایک عاشقِ رسول اور مقبول مداحِ رسولؐ کی بدولت میسر آئی۔

ولادت اور مقامِ ولادت

امام بوصیری کی پیدائش یکم شوال ۶۰۸ھ (مطابق ۷ مارچ ۱۲۱۲ء) بروز بدھ، قصبہ دلاص کے نواح میں اپنے ننھال کے ہاں ہوئی[۲] دلاص بھی صعیدِ مصر میں دریائے نیل کے غربی کنارے پر ایک ضلع تھا لیکن خود شہر دلاص دوسرے ضلع بہنسا میں شمار ہوتا تھا[۳] ابن تغری بردی نے جائے ولادت ضلع بہنسا کی ایک بستی بہشیم کو قرار دیا ہے[۴] جن کا تتبع خیر الدین زرکلی نے بھی کیا ہے[۵]

یکم شوال، عید الفطر کا دن ہے۔ اس لحاظ سے یہ روزِ سعید ان کے والد، سعید بن حمّادؒ کے لئے دوہری خوشیاں لے کر آیا، عید اور فرزندِ سعید!۔

تسمیہ اور سعادتِ ہمنامی

امام بوصیریؒ کے پدرِ بزرگوار عشقِ رسولؐ سے سرشار تھے۔ چنانچہ انھوں نے ازرہِ عقیدت

---

[۱]: ۔ المنجد فی الادب والعلوم ص ۹۰

[۲]: ۔ حسن المحاضرہ ج ۱ ص ۲۴۵، شذرات الذہب ج ۵ ص ۴۳۲

[۳]: ۔ معجم البلدان ج ۱ تحت مادہ

[۴]: ۔ المنہل الصافی عکسی اقتباس

[۵]: ۔ الاعلام للزرکلی ج ۷ ص ۱۱

دمحبت اپنے بیٹے کا نام "محمد" رکھا۔ حسن اتفاق دیکھئے کہ یہ مولود مسعود جسے آگے چل کر مقبول ترین نعت گو بننا تھا، ابتدا ہی میں ذاتِ گرامی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سعادتِ ہمنامی سے بہرہور ہو گئے۔ وَذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ۔

محمد، خدا کے پیارے رسولؐ کا بہت ہی پیارا نام ہے کہ جس سے نسبتِ ہمنامی بلاشبہ سعادت کی نشانی اور نجات کی یقین دہانی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاکؐ کے نام کی لاج رکھتے ہوئے محب ہمنام کی ضرور بخشش کر دیتا ہے۔

چند اور سعادت مند

بعض خوش نصیب ایسے بھی ہو گزرے ہیں کہ جن کے سلسلۂ نسب میں یہ سعادت کسی قدر متوارث رہی ہے مثلاً امام بوصیریؒ ہی کے ایک شاگرد رشید، ابن سید الناس کا اپنا، باپ کا اور دادا کا نام محمد تھا جب کہ پردادا کا نام احمد[1]

ایک اور عاشق رسولِ مقبولؐ شیخ ابو البرکات محمد بن محمد کی تو اس سلسلے میں مثال ہی نہیں ہے۔ کیونکہ ان کے سلسلۂ اب وجد میں مسلسل چودہ[14] نام محمد ہی محمد آتے ہیں[2]

---

[1] - الرسالہ المستطرفہ ص ۹۱

[2] - الفوائد البہیہ ص ۲۴۳

تعلیم و تربیت

حفظِ قرآن اور تحصیلِ علوم

اکثر تذکرہ نگاروں کا بیان ہے کہ امام بوصیریؒ نے پرورش اور ابتدائی تعلیم بوصیر میں پائی اور دستورِ زمانہ کے مطابق نوشت و خواند کے ساتھ ساتھ قرآنِ پاک حفظ کیا۔ قرائن بتاتے ہیں کہ کتابت اور خطاطی میں بھی یہیں دسترس بہم پہنچائی۔

محقق محمد سید کیلانی لکھتے ہیں کہ بوصیریؒ نے اپنے معاصروں کی طرح اپنی تعلیمی زندگی کا آغاز حفظِ قرآن سے کیا پھر قاہرہ آئے اور مسجد شیخ عبد الظاہر میں دینی علوم اور علومِ لغت میں سے کسی قدر صرف و نحو اور معانی و عروض وغیرہ پڑھے۔ ادب عربی اور تاریخِ اسلام میں سے خصوصاً سیرت النبیؐ کا درس لیتے رہے۔ مزید براں وہ دوسری مساجد کی درس گاہوں میں بھی جا کر تحصیلِ علم کرتے رہے[1]

فقہ و حدیث

ان دوسری درس گاہوں سے امکان یہی ہے کہ فقہ کے ساتھ خصوصی طور پر وہ علمِ حدیث، حاصل کرتے ہوں گے کیونکہ اس علم میں ان کا بہرہ وافر ان کے نعتیہ قصائد سے ظاہر ہے۔ تذکرہ نگار ان کے محدث ہونے کا بھی تذکرہ کرتے ہیں مثلاً مستشرق ریڈہاوس کا کہنا یہ ہے کہ شرف الدین محمد بوصیریؒ ایک شاعر اور فاضل حدیث تھے[2]

---

[1] :۔ مقدمہ دیوان بوصیری ص ۶

[2] :۔ کنسائز انسائیکلوپیڈیا آف عریبک سولائزیشن ص ۱۰۵

اساتذہ و شیوخ

امام بوصیریؒ کے اساتذہ کے بارے میں کہیں کوئی تصریح موجود نہیں تاہم میرے خیال میں حافظ ابن دحیہ کلبیؒ جنھوں نے ۶۳۳ھ میں قاہرہ میں انتقال فرمایا وہ ان کے اساتذہ میں شامل ہوں گے۔ ان کی تالیفات خصائص مصطفےٰؐ کا مرقع اور عشق مصطفےٰؐ سے مرصع ہیں۔ علامہ کتانی نے ان کی بعض تالیفات متعلقہ علم حدیث کا تذکرہ کیا ہے۔ ملاحظہ ہو[۱]

تحقیق و تخصص

تعلیم کا یہ سلسلہ بوجوہ باقاعدہ نہیں رہا اور غالباً اس دور کے مقررہ اور مروجہ نصاب کی تکمیل اور فراغت تحصیل سے پہلے ہی ترکِ تعلیم کی نوبت آگئی تاہم وہ بعد ازاں مطالعہ کتب جاری رکھ کر اپنی علمی استعداد بڑھاتے رہے۔

شوقِ مطالعہ اور معروضی تحقیق کا یہ عالم تھا کہ یہود و نصاریٰ کی لکھی ہوئی کتابیں زیر مطالعہ آئیں جن میں نبوتِ نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا انکار کیا گیا تھا تو بقولِ محقق کیلانی اس بات نے انھیں یہود و نصاریٰ کی الہامی کتابوں کا مطالعہ بذاتِ خود براہ راست کرنے پر آمادہ کیا چنانچہ تورات و انجیل کے بہ نظرِ غائر مطالعے کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ یہودی اور عیسائی محض بد دیانتی اور تحریف سے کام لیتے ہیں حالانکہ موجودہ صورت میں باقی ان کتابوں سے بھی بنی اسماعیل میں سے پیغمبر آخر الزمانؐ کے ظہور کی نوید اور انکار پر وعید ثابت ہے۔ مزید براں ان کتابوں سے الوہیتِ مسیح قطعاً ثابت نہیں

۱؎ :۔ الرسالۃ المستطرفہ ص ۱۶۴

ہو سکتی بلکہ ان کتابوں سے ان کی نبوت، اور شانِ عبودیت ہی ظاہر ہوتی ہے[1]

حیاتِ بوصیریؒ کا دورِ اوّل

اجرا مکتب

امام بوصیریؒ نے تعلیم چھوڑنے کے بعد بچوں کو قرآن حفظ کرانے کی خاطر قاہرہ میں ایک مکتب قائم کیا[2] لیکن غالباً حکومت کی سرپرستی میسر نہ آنے اور خود ان کی اپنی شعر و شاعری کی مصروفیات کی وجہ سے زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکا۔

کتابت و معیشت

دورانِ تعلیم امام بوصیریؒ نے خطاطی اور کتابت سیکھی تھی۔ مشق و مزاولت سے انھوں نے اس فن میں اس قدر مہارت حاصل کر لی کہ ماہر کاتب و خطاط کی حیثیت سے متعارف تھے۔ ملاحظہ ہو[3] قصیدہ بردہ شریف کے بعض اشعار بھی ان کی اس فن سے غیر معمولی دلچسپی کی شہادت دیتے ہیں[4] محقق کیلانی کا بیان ہے کہ بوصیریؒ نے جس

---

[1] :۔ مقدمہ دیوان البوصیری ص ۷

[2] :۔ کتاب مذکورہ ص ۸

[3] :۔ المنجد فی الادب والعلوم ص ۹۰

[4] :۔ شعر نمبر ۷، ۴۰، ۴۴، ۷، ۱۳۱

گھرانے میں نشوونما پائی تھی، وہ غریب گھرانا تھا لہٰذا انھیں صغر سنی ہی سے تلاشِ معاش کی خاطر ہاتھ پاؤں مارنا پڑے چنانچہ ابتدا میں وہ قبروں کی تختیاں لکھ لکھ کر روزی کمایا کرتے تھے[1]

شعر و شاعری

امام بوصیریؒ مبدا فیض سے شعر و شاعری کا ملکۂ خاص لے کر آئے تھے چنانچہ بقول امام سیوطی بالآخر وہ اس فن میں درجۂ کمال کو پہنچے[2]

ابن شاکر کتبی کہتے ہیں کہ وہ شاعر شیریں بیاں، ان کی ترکیبیں خوب چست اور ان کے اشعار حسن لطافت میں معراجِ کمال کو پہنچے ہوئے ہیں[3]

ابن سید الناس کے خیال میں امام بوصیریؒ اپنے معاصر مشہور ہجو گو الجزار (م۔ ۶۷۹ھ) اور پر گو الوراق (م۔ ۶۹۴ھ) سے شعر و شاعری میں کہیں خوش مقال اور خوب تر ہیں[4]

اندازِ شاعری

امام بوصیریؒ کے اس ابتدائی دور کے قصائد تمامتر مدح اور قدح پر مشتمل ہیں۔ مدحیہ قصائد میں حسن طلب کا انداز نمایاں ہے جب کہ ان کی ہجویات پر طنز و مزاح

---

[1]: ۔ مقدمہ دیوان البوصیری ص ۱۱

[2]: ۔ حسن المحاضرہ ج ۱ ص ۲۴۵

[3]: ۔ فوات الوفیات ج ۲ ص ۲۰۶

[4]: ۔ حسن المحاضرہ ج ۱ ص ۲۴۵، شذرات ج ۵ ص ۴۳۲

کے عنصر کا غلبہ ہے۔ اپنی شاعری میں وہ تمام دنیاداروں کی طرح اپنی ناداری کا رونا روتے ہیں اور امداد و انعام کے خواہاں رہتے ہیں۔

تعلقِ دربار

آخری ایوبی سلطان مصر الملک الصالح نجم الدین ایوب نے ۶۳۷ھ میں حکومت کی بھاگ ڈور سنبھالی تو انھوں نے تین ہزار دینار مختلف دینی مدارس کے طلبہ میں تقسیم کرنے کے لئے بھجوائے۔ مسجد شیخ عبدالظاہر کے حصے کی رقم تقسیم کرنے والے نے خود رکھ لی۔ اس پر امام بوصیریؒ نے ایک قصیدہ لکھ کر مسجد کی زبانِ حال سے ساری صورتِ حال بیان کر دی۔[۱]

میرا خیال یہ ہے کہ اس واقعے اور قصیدے نے امام بوصیریؒ کے لئے دربار شاہی سے تعلق کی راہ ہموار کر دی۔ ویسے بھی سلطان موصوف علماء اور شعراء کے بڑے قدردان تھے۔ ان کا عہدِ حکومت سن ۶۳۷ھ سے لے کر سن ۶۴۷ھ تک محیط ہے۔ بعد ازاں بھی تعلق دربار کا یہ سلسلہ گو ٹوٹتا جڑتا رہا تاہم کسی حد تک برقرار رہا۔

ملازمتِ سرکار

امام بوصیریؒ نے اپنی زندگی کے کچھ سال سرکاری ملازمت میں بھی گزارے ہیں۔ ان کا تقرر صوبہ شرقیہ کے مباشر (محرر) کی حیثیت سے صدر مقام بلبیس پر ہوا تھا جہاں وہ نقول کی تیاری اور کتابت کے کام کی نگہداشت کیا کرتے تھے۔[۲] یہ شہر فسطاط

---

[۱]: ۔ مقدمہ دیوان البوصیری ص ۶-۷

[۲]: ۔ فوات ج ۲ ص ۲۰۶۔ معجم المطبوعات ج ۴ ص ۶۴۴۔ نکلسن ص ۳۲۷

(قاہرہ) سے ایک مرحلے یعنی چھبیس۲۶ میل کے فاصلے پر واقع تھا۔[1]

امام بوصیریؒ نے اپنے تلخ تجربات کی روشنی میں اہل شرقیہ کی مذمت میں ایک طویل قصیدہ لکھا تھا جس کے چھبیس۲۶ شعر صاحبِ فوات نے بھی نقل کئے ہیں۔ اس قصیدے میں وہاں کے لوگوں کی بددیانتی، چوری اور سینہ زوری کا رونا رویا ہے۔

انقلابِ باطن

برکتِ تسمیہ

نام پیغمبرؐ سے ہمنامی کی برکت یہ بھی ہے کہ ذاتِ پیغمبرؐ سے اگر سچی محبت ہو تو انسان خواہ پہلے کتنا بھٹکتا پھرتا رہا ہو بالآخر ضرور راہِ راست پر آجاتا ہے۔ شیخ ابوالبرکات جن کے دامانِ نسب میں نام محمدؐ کی برکتیں ہی برکتیں جمع تھیں، امام بوصیریؒ کی طرح ابتدا میں شاعر باکمال لیکن ہجوگو اور کثیر السوال تھے۔ تونس سے قاہرہ آئے اور ہجوگوئی میں مصروف رہے پھر قسمت نے یاوری کی، روضۂ رسولؐ کی زیارت نصیب ہوئی اور دیارِ حبیبؐ میں پہنچ کر ہجوگوئی سے تائب ہوئے۔ اب انھوں نے نعتِ پیغمبرؐ کو اپنا وظیفۂ حیات بنالیا اور عہد کیا کہ عمر بھر مدحتِ شاہ دوسراؐ کے سوا کچھ نہ کہا کروں گا۔ اسی اثنا میں وطن روانہ ہونے کا ارادہ باندھا۔ ارادہ کرنا تھا کہ خواب میں زیارتِ رسولؐ ہوئی اور حضورِ پُرنور نے بڑے پیار بھرے لہجے میں فرمایا اچھا ابوالبرکات ہمیں چھوڑ کر جانے لگے ہو؟ اتنا سننا تھا کہ روانگی

---

[1]: ۔ ترجمہ و تلخیص احسن التقاسیم ص ۸۳

یکسر ترک کر دی اور پھر مرتے دم تک جوارِ رسول ؐ سے جدا نہیں ہوئے حتیٰ کہ ۳۴۷ھ میں وفات پا کر خاکِ پاکِ مدینہ میں پیوند خاک ہوئے۔ طاب ثراہ[1]

ع پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

سرگزشتِ انقلاب

بعض اوقات اہلِ دل کی زبان سے نکلا ہوا ایک ہی جملہ دل پر ایسا اثر کر جاتا ہے کہ انقلاب باطن واقع ہو جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ حضرت فُضیل بن عیاضؒ نے ایک ہی آیت سنی تھی کہ سنتے ہی کایا پلٹ گئی اور وہ راہزن سے رہبر بن گئے۔ مفہومِ آیت یہ تھا کیا اہلِ ایمان کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل ذکرِ اللہ پر جھک جائیں۔

امام بوصیریؒ کی ابتدائی زندگی شعر و شاعری اور دنیاداری میں گزری تھی لیکن تھے سعید الفطرت، وقت آیا تو ایک ہی جملے نے ان کی زندگی کا طور ہی بدل ڈالا۔ ہوا یوں جیسا کہ مفتی خرپوتیؒ نے لکھا ہے کہ امام بوصیریؒ اوائل عمر میں مقرب سلاطین تھے اور مدح سرائی اور ہجو گوئی میں مصروف رہتے تھے۔ ایک روز دربار شاہی سے واپس آ رہے تھے کہ راہ میں ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے دریافت کیا کہ کیا آج رات تمھیں زیارتِ رسولؐ ہوئی ہے۔ امام بوصیریؒ کا جواب تھا کہ میں کہاں اور یہ سعادتِ عظمیٰ کہاں؟ امام بوصیریؒ کہتے ہیں کہ ان کی یہی ایک بات میرے نہاں خانۂ دل میں عشقِ رسولؐ کی جوت جگا گئی۔ گھر آیا اور سو رہا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضور پاکؐ اپنے صحابہؓ کے جلو میں تشریف لائے ہیں جیسے کہ مہرِ جہانتاب ماہ و نجوم کے جھرمٹ میں ہوتا ہے۔

نشانِ بختِ بیداری است آں خواب
کہ بینیم در روے آں ماہ جہانتاب

---

[1] :- فوائد البہیہ ص ۲۴۳

بیدار ہوا تو دل عشق رسول ؐ کے کیف و سرور سے مسرور اور معمور تھا۔ بعد میں تو یہ عشق و محبت برابر بڑھتے ہی رہے۔ اظہار عقیدت کے طور پر میں نے شان اقدس ؐ میں مضریہ اور ہمزیہ جیسے نعتیہ قصیدے کہے۔[1]

حیاتِ بوصیری ؒ کا دورِ آخر

مدحتِ پیغمبر ؐ

خواب میں زیارت کے بعد امام بوصیری ؒ نے سرکار دربار سے کوئی سروکار نہیں رکھا اور اپنی تمام شاعرانہ صلاحیتوں کو نعت گوئی کے لئے وقف کر دیا۔ نعتیں کہیں اور خوب کہیں۔ ان کے کہے ہوئے یہ نعتیہ قصائد بڑے مشہور ہوئے اور ان کی بدولت وہ خود بھی مطلع شہرت پر مہر تاباں بن کر چمکے۔

بقول ابن شاکر بوصیری ؒ کے مدح رسول ؐ میں کہے گئے قصیدے شہرۂ آفاق ہیں۔[2]

مُصاحبتِ وزیر

۶۵۶ھ میں زین الدین ابن الزبیری ؒ وزیر اعظم مقرر ہوئے تو امام بوصیری ؒ نے ان کے دربار سے تعلق استوار کر لیا۔ وجہ یہ تھی کہ وہ ذاتِ اقدس ؐ کے والہ و شیدا اور

---

[1] : ۔ عصیدۃ الشہدہ ص ۳

[2] : ۔ فوات الوفیات ج ۲ ص ۲۰۸

نعتِ پیغمبرؐ کے دلدادہ تھے۔ گویا دردِ محبت کی قدرِ مشترک نے دونوں عاشقانِ رسولؐ کو یکجا کر دیا۔ وزیر موصوف کا دورِ وزارت (۶۵۶ھ تا اوائل ۶۵۹ھ) سراپا خیر و برکت تھا۔ ان کے عہد میں معرکۂ عین جالوت ہوا جس میں تاتاریوں کو پہلی بار شکستِ فاش دی گئی۔ اسی زمانے میں امام بوصیریؒ نے اپنے کئی عمدہ نعتیہ قصیدے کہے۔ امام موصوف یہ قصیدے انھیں پڑھ کر سناتے تھے اور ایک سخن شناس اہلِ دل سے داد پاتے تھے۔ مختصر یہ کہ الصاحب زین الدین کی یہ مصاحبت امام بوصیری کو یگگونہ شرف الدین بنانے کا موجب ثابت ہوئی۔

افادۂ عام

امام بوصیری کا نعتیہ قصائد پڑھنے کا یہ سلسلہ وزیر اعظم کی خاص نشستوں تک محدود نہیں تھا بلکہ گھر پر اور مسجد میں بیٹھ کر بھی وہ عشقِ رسولؐ کی یہ دولت بڑی فیاضی سے بانٹا کرتے تھے۔ محقق کیلانی کی تصریح کے مطابق امام بوصیریؒ وقتاً فوقتاً جامع ظاہر میں بیٹھا کرتے تھے اور حاضرینِ مجلس کو شانِ رسالت میں کہے گئے اپنے قصائد سنایا کرتے تھے[1]

قصائد قبل از حج

نعتیہ شاعری کے دورِ اول کے قصائد میں حضرت کعب بن زہیرؓ کے مشہور قصیدہ بانت سعاد کے معارضہ میں ۲۰۴ شعروں کا قصیدہ لامیہ "ذُخْرُ المعاد"، یہود و نصاریٰ کی تردید میں ۲۹۲ اشعار کا لامیہ، رسولِ پاکؐ کی ایک پیش گوئی کی تصدیق اور آتش زدگی مدینہ (۶۵۴ھ) کے بارے میں ۹۷ اشعار کا دالیہ، تقدیس الحرم من تدنیس الضرم اور قصیدہ حائیہ وغیرہ شامل ہیں[2] موخر الذکر قصیدے میں زیارتِ رسولؐ کے شوق کا بے تابانہ

---

[1] :۔ مقدمہ دیوان البوصیری صہ ۷

[2] :۔ یہ قصائد مطبوعہ دیوان اور المجموعۃ النبھانیۃ جلد ثالث میں موجود ہیں۔

اظہار ہے۔

حج وزیارت

ایک اندازے کے مطابق امام بوصیریؒ نے ۶۵۴ھ کے بعد پہلی بار حج وزیارت کی سعادت حاصل کی حالانکہ وہ اس سعادت کے حصول کے لئے مدت سے آرزومند تھے۔

قصائد بعد از حج

حج کے بعد قصائد میں سے قصیدہ نونیہ کو سبقتِ زمانی اور اولیت حاصل ہے کیونکہ ساٹھ اشعار کا یہ قصیدہ ادائیگیِ حج کے فوراً بعد لکھا گیا تھا۔ بعد میں لکھے جانے والے قصائد میں سے قصیدہ مضریہ رائیہ، قصیدہ میمیہ، قصیدہ ہمزیہ اور قصیدہ بُردہ قابلِ ذکر ہیں۔

بُردہ اور بُردار

حج وزیارت کے چند سال بعد امام بوصیریؒ پر اچانک مرضِ فالج کا حملہ ہوا جس سے ان کا نصف بدن بے کار ہوگیا۔ علاج وغیرہ میں تو کوئی کسر اٹھا نہ رکھی لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا۔ آخر بارگاہ نبوتؐ میں یہ قصیدہ بردہ شریف کہہ کر خداوند تعالیٰ سے حضورِ پاک کے توسّل سے دعا مانگی جس کی بدولت سعادت زیارتِ نبویہؐ اور شفاء کاملہ نصیب ہوئی۔ بعد ازاں کم و بیش پینتیس ۳۵ سال تک زندہ رہے اور تقویٰ وطہارت اور خیر وصلاح کی زندگی بسر کرتے رہے۔ ان کا یہ قصیدہ ان کی حیات ہی میں مختلف سلاسل میں بالعموم اور سلسلۂ شاذلیہ میں بالخصوص شاملِ اوراد ہوگیا۔

تربیت روحانی

تہذیبِ نفس اور اصلاح باطن کے لئے متبع شریعت شیخ طریقت

کی رہنمائی بڑی سود مند ثابت ہوتی ہے اور مقامِ احسان آسان ہو جاتا ہے۔ تذکرہ نگار کہتے ہیں کہ امام بوصیریؒ نے اس مقصد کے لئے اسکندریہ میں مقیم شیخ ابوالعباس مرسیؒ سے رجوع کیا اور ان کی روحانی تعلیم و تربیت سے فیض یاب ہوئے[1] حضرت مرسیؒ (م - ۶۸۶ھ / ۱۲۸۷ء) سلسلہ شاذلیہ کے بانی اور صاحب حزب البحر، شیخ ابوالحسن شاذلیؒ (م ۶۵۶ھ / ۱۲۵۸ء) کے علوم کے تنہا وارث اور ایسے لوگوں کی تربیت میں خصوصی مہارت رکھتے تھے کہ جن کی زندگیاں ابتدا میں محض دنیا داری میں گزری ہوں۔

اہل علم جانتے ہیں کہ رسالہ قشیریہ میں تذکرۂ مشائخ کی ابتدا حضرت فضیل بن عیاضؒ اور حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کے حالات سے کی گئی ہے۔ بقول شعرانیؒ اس کی حکمت حضرت مرسیؒ کی نگاہ میں یہ تھی کہ ان دونوں بزرگوں پر قطعیت کا ایک زمانہ گزرا تھا مگر بعد میں جب انھوں نے رجوع الی اللہ کر لیا تو خدا بھی ان کی طرف اپنی رحمت بے پایاں کے ساتھ متوجہ ہو گیا چنانچہ مقصودِ تذکرہ یہ تھا کہ جن مریدوں سے پہلے لغزشیں سرزد ہوتی رہی ہوں ان کی امیدیں بھی یہ حالات پڑھ کر وسیع ہو جائیں اور انھیں بھی معلوم ہو جائے کہ اللہ کا فضل محض کسی ہیشگی عمل پر موقوف نہیں ہے[2]

مدحِ پیر و مرشد

امام بوصیریؒ کو اپنے پیر و مرشد حضرت مرسیؒ سے بے حد محبت اور عقیدت تھی کیونکہ وہ اتباعِ سنت اور استقامتِ دین میں اپنی مثال آپ تھے۔ وہ سید الابرارؐ کے عاشق راز تھے کہتے ہیں کہ انھیں عالمِ بیداری میں زیارتِ رسولؐ نصیب ہوتی تھی۔ امام

---

[1] :- لٹریری ہسٹری آف دی عربس ص ۳۲۷

[2] :- اردو ترجمہ الطبقات الکبریٰ ص ۱۵۴

بوصیریؒ نے اپنے پیر و مرشد کی شان میں کئی قصیدے کہے ہیں جن میں سے بعض کو ان کے پیر بھائی اور تصوف کی مشہور عالم کتاب الحکم العطائیہ کے مصنف شیخ ابنِ عطا اللہ اسکندریؒ (م ۷۰۹ھ/ ۱۳۰۹ء) نے اپنی کتاب لطائف المنن میں نقل کیا ہے جو انھوں نے اپنے پیر حضرت مرسیؒ اور دادا پیر حضرت شاذلیؒ کے مناقب و حالات میں لکھی تھی۔

قیامِ حرمین

امام بوصیریؒ حج و زیارت کے لئے پہلے بھی آجا چکے تھے لیکن آخری دور میں دیارِ حبیبؐ کی کشش انھیں پھر کشاں کشاں وہاں لے گئی اور اب کی دفعہ وہ کئی سال تک وہاں ٹھہرے رہے اور ان مقدس مقامات کی روحانی برکتوں سے خوب خوب مستفیض ہوئے۔

ع
خوشا سعادت آں بندہ کہ کرد نزول
گہے بہ بیتِ الٰہ و گہے بہ بیت رسولؐ

قیامِ قبلۂ اوّل

تذکرہ نگاروں کا یہ بھی بیان ہے کہ امام بوصیریؒ نے اپنی زندگی کے کئی سال بیت المقدس کی مقدس فضاؤں میں بسر کئے[1]

---

[1] : انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا، ج ۳ ص ۴۵۶ - معجم المطبوعات، ج ۳ ص ۶۰۴

سفرِ آخرت

سفرِ اسکندریہ

اسکندریہ مصر کا مشہور شہر ہے اور قاہرہ سے قریباً ۱۲۰ میل جانبِ شمال واقع ہے بقول مقدسی یہ شہر صدیوں سے صلحاء کا مسکن رہا ہے[1] امام بوصیریؒ کے مرشد حضرت مرسیؒ کا قیام اسی شہر میں رہا اور مزار مبارک بھی یہیں ہے۔ تربیتِ روحانی کے دوران میں امام بوصیری نے پہلے ہی کچھ عرصہ اسکندریہ میں قیام کیا تھا۔ اب زندگی کی آخری ایام میں مرشد کے مزار کی زیارت اور پیر بھائیوں سے ملنے کی آرزو لئے سفرِ اسکندریہ اختیار کیا۔ اور یہ سفر، سفرِ آخرت ثابت ہوا۔ عشقِ الٰہی میں سرشار اور محبتِ حبیبؐ میں اشکبار بوصیری اسکندریہ ہی میں تھے کہ پیمانۂ عمر لبریز ہوگیا اور وہیں اپنی جانِ شیریں، جان آفریں کے سپرد کردی۔ فراقِ یار میں اشکبار آنکھوں کو سکون ملا اور دلِ بے قرار کو بالآخر قرار آہی گیا۔

تدفین و مزار

وصال گو اسکندریہ میں ہوا تاہم تدفین فسطاط (قاہرہ) میں عمل میں آئی[2] امام بوصیریؒ ایک شافعی فقیہ تھے حسنِ اتفاق سے آخری آرام گاہ بھی امام شافعیؒ کے جوار میں نصیب

---

[1]: ۔ ترجمہ و تلخیص احسن التقاسیم ص ۸۵

[2]: ۔ انسائیکلوپیڈیا بریٹینیکا، ج ۴ ص ۴۵۶، معجم المطبوعات ج ۴ ص ۶۰۴

ہوئی۔ مزار پر انوار زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

مرحوم مولانا عبد العزیز میمن نے مجھ سے ایک بار بر سبیل تذکرہ بیان فرمایا تھا کہ قیامِ قاہرہ کے دوران انھیں مزارِ بوصیریؒ پر جانے کا موقع ملا۔ وہاں پر لوگ قصیدہ بُردہ جس حسن و خوبی کے ساتھ پڑھتے ہیں وہ انہی لوگوں کا حصہ ہے، سنتے ہی روح بے اختیار وجد میں آجاتی ہے۔

ع ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

سنِ وفات و وصال

نعت گوئی کی تاریخ میں شہرتِ لازوال کے مالک امام محمد بوصیریؒ کے وصال کے سن و سال میں قدرے اختلاف رونما ہوا ہے۔ حاجی خلیفہ نے سالِ وفات ۶۹۴ھ لکھا ہے اور سیوطی اور ابن العماد سن ۶۹۵ھ کو سالِ وفات قرار دیتے ہیں جب کہ سرکیس نے سن ۶۹۶ھ مطابق ۱۲۹۷ء بتایا ہے۔ میرے خیال میں سیوطی کا بیان کردہ سن یعنی ۶۹۵ھ مطابق ۱۲۹۶ء زیادہ قرینِ یقین ہے۔

تلامذۂ بوصیریؒ

امام بوصیریؒ سے بہت سے شعرا بلکہ علماء و مشائخ نے کسبِ فیض کیا تھا۔ نامور تلامذہ میں علامہ ابوحیان نحوی (م۔ ۷۴۵ھ) امام ابن سید الناس (م۔ ۷۳۴ھ) اور قاضی القضاۃ بدر الدین ابن جماعہ (م۔ ۷۳۳ھ) وغیرہ اکابر شامل ہیں۔

تلامذہ کے علاوہ ان کا فیضان جو بُردہ شریف کی بدولت دنیا جہان کو پہنچا، اس کا تو احاطہ ہی بلاشبہ خارج از امکان ہے۔

باب دوم

تعارفِ بُردہ

اسمائے قصیدہ

امام بوصیریؒ نے بحرِ بسیط میں کہے گئے اپنے اس میمیہ قصیدے کا نام اَلکَوَاکِبُ الدُّرِیَّۃُ فِی مَدْحِ خَیْرِ الْبَرِیَّۃِ رکھا تھا کیونکہ اس کے اشعار ذکرِ حضورِ پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منور ہو کر ہدایت کے روشن ستاروں کی مانند تھے۔ لیکن ملاءِ اعلیٰ میں اس کی شہرت بُردہ کے نام سے ہوئی لہٰذا یہی نام زبان زدِ خاص و عام ہو گیا۔

وُجوہِ تسمیہ

۱۔ بوجہ رنگا رنگیِ مضامین
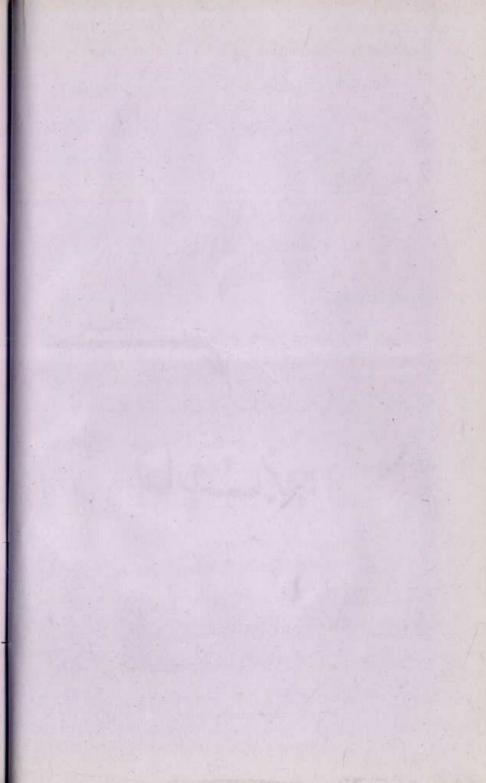
بُردہ دراصل ایسی چادر کو کہتے ہیں جس میں مختلف رنگوں کی دھاریاں ہوں۔ اس قصیدے میں بھی چونکہ مختلف مضامین مثلاً عاشقِ رسولؐ کی خونناب فشانی، ازرہِ اخلاص اخفارِ عشق، ملامت گر کی ملامت، دسائس نفس، علاجِ نفس، شانِ رسالتؐ، فضیلت

صحابہؓ، اعجاز القرآن، فضائلِ قرآن، خوارقِ ولادت، معجزاتِ ہجرت، مناجات، عرضِ حاجات اور طلبِ شفاعت وغیرہ یکجا ہیں لہٰذا اسے بُردہ کا نام دیا گیا ہے[1]

۲- بوجہ ردائے مدحت

اس قصیدے میں چونکہ ذاتِ اقدسؐ کی صفاتِ حمیدہ کا تذکرۂ جمیل ہے اس لئے یہ قصیدہ گویا ردائے مدحت و نعت ہے کہ جو قامتِ حبیبِ پاکؐ کے لئے تیار ہوئی ہے[2]

۳- بوجہ عطائے بُردہ

امام بوصیریؒ نے یہ قصیدہ خواب میں زیارت کے موقع پر حضورِ پاکؐ کو پڑھ کر سنایا تھا تو آنحضورؐ نے انہیں اپنی بُردہ شریف سے نوازا تھا[3]

۴- بوجہ شفایابیٔ مرض

امام بوصیریؒ کے لئے یہ قصیدہ بیماریٔ فالج سے شفا ثابت ہوا۔ اس لئے بُردہ بمعنیٰ بُرءہ (شفائے مرض) نام مشہور ہوا[4] مزید براں یہ قصیدہ ہمیشہ شفاءِ بیماراں اور مرہمِ دلفگاراں ثابت ہوتا رہا ہے۔ اس لئے نامِ بُردہ گویا بُرءہ کا مترادف ہو گیا ہے۔

---

[1] :- عطر الوردہ صہ ۴۳

[2] :- عصیدۃ الشہدہ صہ ۵

[3] :- کشف الظنون ج ۴ صہ ۴۵۶

[4] :- عصیدہ الشہدہ صہ ۵

۵۔ بوجہ راحتِ جسم و جاں

یہ قصیدہ ہر درد کا درماں ہونے کے ساتھ رہروانِ راہ صفا اور عاشقانِ باوفا کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک اور راحتِ جسم و جاں ہے۔ اس لحاظ سے یہ نام بُردہ گویا بُرد (ٹھنڈک اور راحت) سے مشتق ہے۔

پس منظرِ قصیدہ

ہمارا اپنا حال

جس زمانے میں امام بوصیریؒ نے یہ قصیدہ تالیف کیا وہ زمانہ نہایت ہی پُر آشوب تھا۔ ذہنی انتشار، سماجی خلفشار اور سیاسی ادبار کا دور دورہ تھا۔ تشتت و افتراق کی گھنگھور گھٹائیں عالمِ اسلام پر منڈلا رہی تھیں۔ شیعہ سنی آویزش، معتزلہ اور اہلِ سنت کی کشمکش اور اشعریت و حنبلیت کی مخاصمت زوروں پر تھی۔ ایک طرف فتنہ و فساد کی یہ آگ ایک کونے سے دوسرے کونے تک پھیلتی جا رہی تھی تو دوسری طرف عشق کہ جو ذوقِ عمل اور جوشِ جہاد کا محرکِ اول ہے وہ مغلوب و متروک ہو کر رہ گیا تھا۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے الفاظ میں ساتویں صدی میں علمِ کلام اور عقلیت کی سرد ہوا عالمِ اسلام میں مشرق سے مغرب تک چلی تھی اس سے دل کی انگیٹھیاں سرد ہو گئی تھیں، اگر کہیں عشق کی چنگاریاں تھیں تو وہ راکھ کے ڈھیر تلے دبی ہوئی تھیں۔ ورنہ ایک سرے سے دوسرے سرے تک افسردہ دلی چھائی ہوئی تھی اور کہنے والا دیر سے کہہ رہا تھا ؎

بجھی عشق کی آگ، اندھیر ہے
مسلمان نہیں، راکھ کا ڈھیر ہے[1]

ہماری شامتِ اعمال

ادھر صلیبی یورشیں برابر جاری تھیں اور تاتاری ایک سیلابِ بلا بن کر بڑھتے چلے آرہے تھے۔ اسی زمانہ میں مدینہ منورہ کی مشہور عالم آتش زدگی، دمشق میں کسوف اور بغداد میں دجلہ کی تباہ کاری رونما ہوئی۔ ان حوادث کا وقوع پذیر ہونا در اصل ہماری شامتِ اعمال کا شاخسانہ اور ہمارے لئے قدرت کا ایک تازیانہ تھا۔

تاریخ گواہ ہے جو قوم تنذیروں کی پروا نہیں کرتی وہ سخت تعزیروں سے بچ نہیں سکتی۔ جب مقتدر امراء نے اپنی عیش کوشی[ع]، علماء نے کج بحثی، صوفیہ نے بے حس خاموشی اور شعراء نے کاسہ لیسی کو نہ چھوڑا تو نتیجہ سقوطِ بغداد کی صورت میں برآمد ہوا۔ ہلاکو کے ہاتھوں سن ۶۵۶ھ/۱۲۵۸ء میں دار الخلافہ بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی۔

احساسِ زیاں

قیامتِ صغریٰ کی اس مصیبتِ عظمیٰ کے بعد مسلمان کسی قدر سنبھلنے لگے، اللہ اور اس کے رسولؐ سے اپنا رشتہ مضبوط کرنے لگے اور عشق اور جہاد کی صدا ایک بار پھر سنائی دینے لگی۔ رجوع الی اللہ کی دیر تھی کہ خداوند تعالیٰ نے دوبارہ اپنی رحمتیں نازل کرنا

---

[1] :- تاریخ دعوت و عزیمت ج ۱ ص ۳۲۸

[ع] جب حملہ آور تاتاری لشکر بغداد میں داخل ہو کر خلیفۂ وقت کے محل پر سنگ باری کر رہا تھا تو اس وقت بھی نام نہاد خلیفہ کے سامنے ایک نوعمر رقاصہ محوِ رقص تھی (البدایہ والنہایہ ج ۱۳ ص ۱۹۷)

شروع کر دیں۔ اللہ اور اس کے رسولؐ سے وابستگی کا پہلا ثمر معرکۂ عین جالوت میں تاتاریوں کے خلاف فتح کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے کام لے کر مصر میں الملک الظاہر بیبرس کی صورت میں دوسرا صلاح الدین ایوبیؒ پیدا کر دیا۔

بقول حافظ ابن کثیرؒ، بیبرس، بیدار مغز اور بلند حوصلہ حکمران تھا جس نے عالمِ اسلام کی پراگندگی کو دور کیا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اس کو اس اخیر زمانہ میں اسلام اور اہلِ اسلام کی تائید و نصرت کے لئے مقرر کیا تھا۔ اس نے اپنے عہدِ مبارک میں برائیوں کی روک تھام اور اسلامی نظام کے قیام کی بھرپور کوشش کی۔[1]

الملک الظاہر نے یکے بعد دیگرے دو وزیرِ اعظم مقرر کئے وہ دونوں الصاحب زین الدین اور الصاحب بہاؤ الدین عشقِ رسولؐ کے متوالے، ملتِ اسلامیہ کے خیر خواہ اور سر بلندئ اسلام کے لئے ہمیشہ کوشاں تھے۔ یہ بھی یاد رہے کہ اوّل الذکر امام بوصیریؒ کی نعتیہ شاعری کے قدرداں اور مؤخر الذکر قصیدہ بُردہ کی معجز نمائی کی وجہ سے ان کے حلقۂ عقیدت منداں میں شامل تھے۔

دنیا نے اسی زمانے میں یہ تاریخی کرشمہ بھی دیکھا کہ علماءِ حق اور صوفیۂ برحق کی پُر خلوص کوششوں کی بدولت وہی تاتاری جنھوں نے قبائے خلافت کو تار تار کر دیا تھا حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے۔

بقولِ علامہ اقبالؒ

ہے عیاں آج بھی تاتار کے افسانے سے
پاسباں مِل گئے کعبہ کو صنم خانے سے

---

[1] البدایہ والنہایہ ج ۱۳ ص ۲۷۶

محرکاتِ تالیفِ قصیدہ

داخلی اور واقعاتی شہادتوں کی بنیاد پر حسبِ ذیل محرکات اور اسباب متعین ہوتے ہیں :-

(۱) تالیفِ قصیدہ کا ایک محرک اپنے دینی بھائیوں کے دلوں میں عشقِ رسولؐ کی جوت جگانا اور اتباعِ سنت کی ترغیب دینا تھا کیونکہ ملتِ بیضا کی فلاح و بقا عشقِ مصطفےٰ ہی میں ہے۔

بقولِ علامہ اقبالؒ ؎

در دلِ مسلم مقامِ مصطفےٰ است
آبروئے ما ز نامِ مصطفےٰ است

چنانچہ انھوں نے اپنا پیغام جسے انھوں نے مختلف انداز میں بالواسطہ طور پر بار بار دہرایا ہے وہ یہ معلوم ہوتا ہے ؎

طرحِ عشق انداز اندر جانِ خویش
تازہ کن با مصطفیٰ پیمانِ خویش (اقبالؒ)

مزید براں امام بوصیریؒ کے نزدیک اتباعِ سنت بھی وہی معتبر ہے کہ جو عشقِ مصطفیٰ کا نتیجہ ہو ؎

اصلِ سنت جز محبت ہیچ نیست

۲- دوسرا محرک عشقِ رسولؐ کے حوالے سے عیش و عشرت میں غرق امرأ، فروعی مسائل کی موشگافیوں میں منہمک علمار اور خانقاہوں کی تاریکیوں میں گوشہ گیر صوفیوں کو سُننِ نبویہؐ میں سے ایک اہم سنت، سنتِ جہاد یاد دلانا

اور اشعار کی زبان میں محمد رسول اللہ والذین معہ کی حدیثِ حرب و ضرب بیان کرنا ہے۔ ولادت باسعادت ہو یا معراج کی سیرِ افلاک، خواجۂ بدر و حنین کی شانِ ہیبت و جلال ہر جگہ جلوہ گر ہے۔

۳- تیسرا محرک حضور اقدسؐ کے فقرِ اختیاری اور زہد و استغنار کا تذکرہ کر کے مسلمانوں کو مفادِ عاجلہ کی بجائے مفادِ آخرت کو مطمعِ نظر بنانے کی دعوت دینا ہے۔ مشہور حدیث ہے کہ سرکارِ رسالتؐ کے پاس خدا کی جانب سے حضرت جبرائیلؑ آئے تھے اور یہ پیغام لائے تھے کہ اگر خواہش ہو تو یہ پہاڑ سونا بن جائیں اور ساتھ ساتھ چلا کریں لیکن حضورؐ نے فقر کو ترجیح دی تھی اور متاعِ دنیا کو قبول نہیں فرمایا تھا۔

۴- چوتھا محرک اس دور کے رفض زدہ معاشرے میں لوگوں کو اصحابِ رسولؐ رضوان اللہ علیہم کی خدمات سے روشناس کرانا اور یہ ذہن نشین کرانا کہ شجرِ اسلام کی آبیاری میں ان منتخب روزگار ہستیوں کا مقدس خون شامل ہے اور انہی کی جانفشانیوں کے صدقے میں اسلام کو برومندی اور سربلندی نصیب ہوئی ہے۔

۵- پانچواں محرک کفارۂ سئیات اور تلافیِ مافات کا جذبۂ صادقہ ہے خاص طور پر اس لئے کہ امام بوصیریؒ کی ابتدائی زندگی امراء اور وزراء کی مدح سرائی کرتے اور نوکری کرتے گزری تھی جیسا کہ وہ اس قصیدے کے شعر نمبر ۱۴۱ میں خود بیان فرماتے ہیں۔

۶- چھٹا محرک وہ محرک ہے کہ جو اس قصیدے کی تالیف کا فوری باعث بنا ہے اور وہ یہ ہے کہ امام بوصیریؒ فالج میں مبتلا ہو گئے تھے۔ جب علاج کے باوجود کوئی افاقہ نہ ہوا تو انھیں اس عالمِ یاس میں امید کی ایک کرن

دکھائی دی۔ حدیث شریف کے مطالعہ سے وہ بخوبی جانتے تھے کہ خدا کے حبیب پاکؐ کے توسل سے اگر دعا مانگی جائے تو شفا کی توقع ہو سکتی ہے کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک نابینا شخص بارگاہ رسالتؐ میں حاضر ہوا اور بینائی کی بازیافت کا خواہاں ہوا۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اپنی ذات کو وسیلہ بنا کر دعا مانگنے کی تلقین فرمائی اور دعا سکھائی۔ اس شخص نے وہ دعا پڑھی اور ذاتِ اقدس کو وسیلہ بنا کر بارگاہ رب العزت میں درخواست کی نتیجہ یہ ہوا کہ وہ نابینا بینا ہو گیا۔[1]

اس مقصد کے لئے امام بوصیریؒ نے مناسب یہی سمجھا کہ شانِ رسالتؐ میں پورے خلوص و عقیدت کے ساتھ گلہائے عقیدت پیش کر کے اور ذاتِ اقدسؐ کے توسل سے بارگاہ احدیت میں دعا مانگی جائے۔

تالیف اور سرگزشتِ تالیف

سن و سالِ تالیف

قصیدہ بُردہ کب تالیف کیا گیا تھا، اس کے بارے میں سارے تذکرہ نگار خاموش ہیں البتہ کچھ قرائن اور شواہد ایسے ضرور موجود ہیں جن کی بدولت میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ یہ قصیدہ ۶۵۹ھ کے اواخر یا ۶۶۰ھ کے اوائل میں نظم کیا گیا ہو گا۔

---

[1]: ۔ جامع ترمذی ج ۲ ص ۱۹۹

میر امدادِ تحقیق دو واقعاتی شہادتیں ہیں۔ ایک یہ کہ یہ قصیدہ الملک الظاہر کے وزیرِ اعظم بہاؤ الدین ابن الحنا (م۔ ۶۷۰ھ) کے عہد وزارت میں لکھا گیا تھا جو الصاحب زین الدین کے بعد ۸ ربیع الاول ۶۵۹ھ کو وزیر مقرر ہوئے تھے۔ ملاحظہ ہو[1] دوسری شہادت جو تعینِ تاریخ میں مددگار ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ شیخ عبد السلام بن ادریس مراکشی (م۔ ۶۶۰ھ) نے خواص البردہ لکھ کر اس قصیدے کے فیوض و برکات سے لوگوں کو روشناس کرایا۔ لہٰذا امکان اس بات کا ہے کہ شیخ عبد السلام نے وفات تو ۶۶۰ھ کے آخر میں پائی ہو اوائل سال میں خواص البردہ لکھ دی ہو۔ مزید براں حاجی خلیفہ نے مؤرخ ابو شامہ کی ایک شرح بُردہ کا تذکرہ کیا ہے اور علامہ ابو شامہ کا سال وفات ۶۶۵ھ بیان کیا ہے۔ ملاحظہ ہو[2]

مقامِ تالیف کے بارے میں محقق سید کیلانی کا خیال یہ ہے کہ بوصیریؒ قاہرہ میں مقیم تھے اور وہیں انھوں نے یہ قصیدہ لکھا جب کہ ایک مستشرق کی تحقیق کے مطابق قصیدہ بردہ مکہ مکرمہ میں لکھا گیا تھا۔[3] مشائخ عظام کے ہاں مشہور یہ ہے کہ شبِ جمعہ یہ قصیدہ کہا گیا تھا۔

تالیف کی کہانی مؤلف کی زبانی

امام بوصیریؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے بہت سے قصیدے مدحتِ پیغمبرؐ میں کہے تھے جن میں سے بعض وزیر زین الدین یعقوب ابن الزبیری کو پڑھ کر سنائے تھے۔

---

[1] :۔ البدایہ والنہایہ ج ۱۳ صہ ۲۵۷

[2] :۔ کشف الظنون ج ۲ صہ ۱۳۳۴

[3] :۔ انسائیکلوپیڈیا برٹینکا، ج ۴ صہ ۴۵۶

پھر اتفاق ایسا ہوا کہ مجھے فالج لاحق ہو گیا جس سے میرا آدھا دھڑ بے کار ہو کر رہ گیا اس دوران میں قصیدہ بردہ کو نظم کرنے کے بارے میں غور و فکر کرتا رہا بالآخر اپنے نتائج فکر کو اس قصیدے کی شکل میں ڈھالنے کے قابل ہو گیا۔ اس نعتیہ قصیدے کو وسیلہ بنا کر رو رو کر دعا مانگتا رہا پھر اپنی پلکوں پر لرزتے ہوئے آنسوؤں کی سوغات لئے سو گیا۔ خواب میں زیارتِ رسول ﷺ نصیب ہوئی۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک میرے مفلوج بدن پر پھیرا جس سے میرا رُواں رُواں فرطِ مسرت سے جھوم اٹھا۔ بیدار ہوا تو اپنے آپ کو بالکل تندرست پایا۔ فجر ہوئی تو اٹھا اور گھر سے باہر سیر و تفریح کے لئے نکل کھڑا ہوا۔ ابھی تک میں نے کسی کو کچھ نہیں بتایا تھا۔ اتنے میں میری ملاقات ایک بزرگ شخص سے ہوئی جنھوں نے ملتے ہی مجھ سے نعتیہ قصیدہ طلب فرمایا میں نے عرض کیا کہ قصیدے تو میں نے بہت سے کہے ہیں، آخر آپ کو کونسا قصیدہ مطلوب ہے۔ وہ کہنے لگے کہ وہ قصیدہ جو تم نے بیماری کے دوران میں کہا ہے اور اس کا آغاز اَمِنْ تَذَکُّرِ جِیْرَانٍ بِذِیْ سَلَمٖ سے ہوتا ہے۔ میں بڑا متعجب ہوا اور دریافت کیا کہ آپ کو اس کا کیسے پتا چلا ہے حالانکہ میں نے تو کسی کو کچھ نہیں بتایا۔ فرمانے لگے کہ رات بارگاہِ رسالت ﷺ میں جب یہ قصیدہ پڑھا جا رہا تھا تو مجھے بھی سننے کی سعادت میسر آئی تھی۔ مجھے یاد ہے اور خوب یاد ہے کہ اس کے بعض اشعار پر حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس طرح جھوم رہے تھے جیسے کہ بادِ نسیم چلنے سے ثمردار شاخیں جھوم رہی ہوتی ہیں۔ یہ سن کر میں وہ قصیدہ لکھا ہوا لے آیا اور انھیں دے دیا۔ اس کے بعد لوگوں میں اس قصیدے کا چرچا عام ہو گیا۔[1]

قریب العہد تذکرہ نگاروں میں سے علامہ ابن شاکر کتبی (م۔ ۷۶۴ھ) کے علاوہ

---

[1] فوات الوفیات ج ۲ ص ۲۰۹

اور بھی بہت سے قدیم تذکرہ نگاروں مثلاً المقریزی (م - ۷۴۵ھ) اور ابن تغری بردی (م - ۸۷۴ھ) وغیرہ نے امام بوصیری رحؒ کی یہی آپ بیتی نقل کی ہے۔ بقولِ شیخ زادہ حنفیؒ قصیدہ طلب کرنے والے بزرگ دراصل شیخ ابوالرجا الصدیق رحؒ تھے کہ جو قطب زمانہ تھے اور اہلِ طیبہ (مدینہ منورہ) سے الگ تھلگ ہو کر خدا سے لو لگائے ہوئے تھے[1]

معجز نمائی اور اعجازِ مسیحائی

وزیر اور توقیر

امام بوصیریؒ کا بیان ہے کہ اس قصیدے کی شہرت پھیلتے پھیلتے بہاء الدین ابن الحنا وزیرِ اعظم الملک الظاہر بیبرس تک پہنچی تو انھوں نے مجھ سے قصیدہ منگوا کر اپنے لئے ایک نسخہ نقل کرالیا۔ مزید انھوں نے منت مانی کہ وہ اس قصیدے کو ہمیشہ برہنہ پا، برہنہ سر اور سروقد کھڑے ہو کر سنا کریں گے۔ وہ خود اور ان کے گھر والے اس قصیدے سے برکت حاصل کیا کرتے تھے چنانچہ انھوں نے دین و دنیا کے معاملات و مہمات میں اس بابرکت قصیدے کی بدولت بڑی بڑی معجز نمائیاں مشاہدہ فرمائیں[2]

---

[1]:- راحت الارواح علی ہامش العصیدہ ص ۵

[2]:- فوات الوفیات ج ۲ ص ۲۰۹، کشف الظنون ج ۲ ص ۱۳۳۱، المقفی للمقریزی عکسی اقتباس۔

اکسیرِ پُر تاثیر

تذکرہ نگار بالاتفاق بیان کرتے ہیں کہ وزیرِ اعظم بہار الدین کے توقیع نگار سعد الدین فارقی[ع] (م۔ ۶۹۱ھ) ایسی رمد شدید میں مبتلا ہوئے کہ ان کے اندھے ہو جانے کا اندیشہ پیدا ہو گیا۔ ہر طرح کا علاج معالجہ کیا لیکن کوئی افاقہ نہ ہوا۔ اتنے میں انھیں خواب میں ایک بزرگ کی زیارت ہوئی جنھوں نے انھیں مشورہ دیا کہ وزیر بہار الدین کے پاس جاؤ اور ان سے بردہ شریف لے کر اپنی آنکھوں پر رکھو۔ خدا کے حکم سے شفا ہو جائے گی۔ پس سعد الدین، وزیر موصوف کے پاس آئے اور اپنے خواب کی روئداد کہہ سنائی۔ وہ کہنے لگے کہ میرے پاس جو تبرکات محفوظ ہیں ان میں بردہ شریف تو موجود نہیں۔ پھر کچھ دیر سوچ کر کہنے لگے ہاں البتہ بوصیری کا نعتیہ قصیدہ ضرور موجود ہے جس سے کہ ہم برکت و شفا حاصل کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ وزیر موصوف کے حکم و اجازت سے ان کے ملازم خاص (یاقوت) نے قصیدہ مبارکہ صندوقِ تبرکات سے باہر نکالا۔ سعد الدین فارقی نے اسے اپنی آنکھوں پر رکھا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی برکت سے فی الفور شفاء عطا فرمائی۔[۱]

بُردار اور عطاءِ بُردہ

شارح مصنفک نے بیان کیا ہے کہ ایک دفعہ کوئی بڑا آدمی بیمار ہوا۔ اس نے طلب شفا کی خاطر کسی سے قصیدہ منگوایا۔ قصیدے والا قصیدہ لے آیا اور پڑھ کر دم

ع :۔ میافارقین (دیار بکر) سے نسبت وطنی

۱ :۔ ایضاً

کیا تو اس سے شفا ہو گی۔ خوش ہو کر اس نے اسے بردہ (بردِ یمانی) عطا کی[1]

ادبی و فنی محاسن

شانِ فصاحت

بعض ماہرینِ لغت کے نزدیک اس قصیدے کو بُردہ اس وجہ سے بھی کہتے ہیں کہ بُردہ کا لفظ بَرَدَ سے بھی ماخوذ ہو سکتا ہے جس کے معنی ریتی سے گھسنے، سنوارنے ہموار کرنے، نکھارنے اور چمکدار بنانے کے ہیں چونکہ یہ قصیدہ حشو و زوائد، تعقید اور ادبی معائب سے پاک ہے لہٰذا اسے بردہ کہہ دیا گیا ہے[2]

اجمالی جائزہ

بلاشبہ قصیدہ بُردہ فنی خامیوں سے مبرّا، صنائع و بدائع سے مرصع اور ادبی محاسن کا ایک دلآویز مرقع ہے۔ برمحل تلمیحات، چست تراکیب، دلکش تشبیہات اور خوبصورت استعارات نے اس قصیدے کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ اس کا آغاز ہے تو وہ حسنِ آغاز اور اختتام ہے تو لاریب حسنِ اختتام۔ مضامین کے اعتبار سے بھی یہ ایک گلدستہ صد رنگ ہے۔ ابتدا میں بارہ شعروں کی تشبیب ہے اس کے بعد

---

[1] :- کشف الظنون ج ۲ ص ۱۳۳۲

[2] :- عطر الوردہ ص ۴

سو[19] شعر ہوائے نفس کی مذمت میں ہیں۔ پھر مدحِ رسول شروع ہوتی ہے اور تیس[30] اشعار مدحِ پیغمبر کے ہیں، بعدازاں بالترتیب انیس[19] اشعر ولادتِ نبوی میں، دس[10] شعر بابتِ دعوت میں، سترہ[17] شعر فضائل قرآن میں، تیرہ[13] شعر ذکرِ معراج میں، بائیس[22] شعر حضورؐ اور صحابہ کرام کے تذکرۂ جہاد میں، چودہ[14] شعر استغفار اور طلب شفاعت میں اور آخر میں نو[9] شعر مناجات اور طلبِ حاجات میں ہیں۔ یہ کل ایک سو باسٹھ[162] شعر ہوتے ہیں جن میں سے دو شعر الحاقی سمجھے جاتے ہیں ایک تو شعر نمبر ۴۵ مفتی خرپوتی کے نزدیک یقیناً الحاقی ہے اور دوسرا میرے خیال میں غالباً شعر نمبر ۷ ہوگا۔ باقی ایک سو ساٹھ[160] شعر اصل قصیدے کے ہیں۔

حُسنِ تشبیب

امام بوصیریؒ کے اجتہادِ فن کا انقلابی کارنامہ شاعری کی روایتِ کہن کو توڑنا اور تشبیب کو عشقِ رسولؐ کی وارداتِ قلب میں منتقل کر دینا ہے حالانکہ اس سے پہلے عرب شعرا خواہ وہ نعت گو ہی کیوں نہ ہوں تشبیب کو عشقِ مجازی سے مخصوص کر دیا کرتے تھے۔

حُسنِ گریز

ایک باکمال شاعر کی ایک خوبی حسنِ گریز کی خوبی ہوا کرتی ہے۔ امام بوصیریؒ نے اس قصیدے میں ہوائے نفس کی مذمت اور محاسبۂ ذات کے بعد عنانِ کلام کو مدحِ ممدوحِ کائنات کی جانب جس حسن و خوبی کے ساتھ موڑا ہے وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔

اسلوبِ بدیع

قصیدہ بردہ کی ایک نمایاں خصوصیت اس کا اسلوب بدیع ہے ۔تشبیب میں تجسس و استعجاب (SUSPENSE) کی جو کیفیت ہے وہ قاری کی دلچسپی کو برقرار رکھتی ہے مثلاً اخفائے عشق کی ساری کوششیں جب بے کار ثابت ہوتی ہیں اور انھیں اقرارِ عشق کرتے ہی بنتی ہے تو پھر بھی مصلحتاً اپنے محبوب کی نشاندہی کئے بغیر نَعَمْ سَرَیٰ طیفٌ مَنْ اَھویٰ (ہاں رات مجھے خیال آگیا اس کا جو میرا محبوب ہے) کہہ کر بات آگے بڑھا دی ہے ۔

آرا مستشرقین

طرزِ ادا اور اسلوب بیان کی یہ خوبی بہت سے نقادانِ شعر و ادب کو بھی متاثر کئے بغیر نہیں رہ سکی مثلاً نکلسن نے لکھا ہے کہ بردہ اپنے پیچیدگی سے پاک اور پُرشکوہ اسلوب کی بدولت کیف و سرود کے ساتھ پڑھا جائے گا۔[1]

ایک اور مستشرق کی رائے میں یہ قصیدہ گو عہدِ قدیم کے بدوی شعراءِ عرب کے انداز پر ہے لیکن اندازِ بیاں ایسا رواں، حسین اور دل نشین ہے کہ عصرِ حاضر کے قارئین کے ذوق کے مطابق بھی دلچسپ اور دلکش ثابت ہوتا ہے۔[2]

صنائع و بدائع

فصاحت و بلاغت اور اسلوب بدیع کے ساتھ ساتھ اس قصیدے میں صنائع

---

[1] ۔ لٹریری ہسٹری آف دی عربس ص ۳۲۷

[2] ۔ کنسائز انسائیکلوپیڈیا آف عریبک سولائزیشن ص ۱۰۵

وبدائع کے استعمال نے سونے پر سہاگے کا کام کیا ہے۔ اس بدیعیہ قصیدے میں مختلف صنعتوں مثلاً تجنیس وجناس اور اشتقاق وتضاد کو بڑی خوبصورتی کے ساتھ کام میں لایا گیا ہے۔

اَمثال وحِکَم

دورِ جاہلیت کے ایک شاہکار معلقۂ زُہیر کی سب سے بڑی خوبی یہ سمجھی جاتی ہے کہ اس میں امثال وحکم کا بیش بہا خزانہ ہے۔ قصیدہ بردہ بھی اپنے دامن میں امثال وحکم کی گرانقدر دولت رکھتا ہے خصوصاً نفسِ اَمّارہ کی دسیسہ کاریوں اور نفس کی تہذیب وتزکیہ کے بارے میں اشعارِ بردہ ضرب الامثال کا درجہ رکھتے ہیں۔

شانِ بلاغت

بہت سے شعراء نے بُردہ کی بحر وردیف میں قصیدے کہے ہیں اور معارضہ کی کوشش میں اپنی فصاحت وبلاغت کی جولانیاں دکھائی ہیں لیکن بقول احمد اسکندری پھر بھی وہ صاحبِ بردہ کی گردِ راہ کو نہیں پہنچ سکے۔[1]

---

[1] :- الوسیط فی الادب ص ۳۱۲

معنوی اور باطنی خوبیاں

لوازمِ نعت

نعت گوئی ایک ایسی صنفِ سخن ہے کہ جس میں فصاحت و بلاغت سے زیادہ جس چیز کی ضرورت ہے وہ درد و سوز اور خلوص و عقیدت کی چاشنی ہے. امام بوصیریؒ کا دل مئے محبت سے معمور تھا، ان کے قصیدے سے بھی عشقِ رسولؐ کا آبحیات ٹپکتا دکھائی دیتا ہے. جذب و شوق، کیف و مستی اور سوز و گداز کی جو دنیا اس قصیدے میں آباد ہے، اس کا عشرِ عشیر بھی کسی اور نعتیہ قصیدے میں نہیں پایا جاتا۔

سوز و گداز

ایک اہلِ حدیث عالم اور عربی ادب کے فاضل مولانا سید مسعود عالم ندوی کی شہادت یہ ہے کہ اس قصیدے کا ہر شعر درد و سوز سے بھرا ہوا ہے. راقم اپنی وہابیت کے باوجود اسے پڑھتا ہے اور لطف اندوز ہوتا ہے[1]

اثر و تاثیر

مولانا محمدؐ ناظم ندوی کہتے ہیں کہ بوصیریؒ کے قصیدہ بردہ کو جو شہرت و مقبولیت نصیب ہوئی ہے وہ کسی عرب شاعر کے حصے میں نہیں آئی۔ گو مضامین کی بلندی، ادبی

---

[1] دیار عرب میں ص ۳۱۴

اور لسانی حیثیت سے شوقی کا قصیدہ میمیہ بہت بلند ہے مگر سوزِ محبت سے سینہ خالی۔ وہ بوصیریؒ کی نقالی تو کر سکتا ہے مگر وہ اثر و سوز اور محبتِ رسولؐ کی حیات بخش حرارت کہاں سے لائے گا۔[1]

حفظِ مراتب

شاعروں کے ہاں مبالغہ اور رنگ آمیزی شاعری کی جان سمجھی جاتی ہے۔ اکثر اوقات اظہارِ عقیدت کے جوش میں حفظِ مراتب کا بھی ہوش نہیں رہتا۔ امام بوصیریؒ کی عظمت اور ان کے قصیدے کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں انھوں نے حفظِ مراتب کا التزام خوب کیا ہے اور دوسروں کو بھی اسی کی تلقین فرمائی ہے کہ الوہیت اور نبوت کا فرق ملحوظ رکھا کریں۔

صحتِ عقیدہ

حفظِ مراتب کے التزام کے ساتھ امام بوصیریؒ نے صحتِ عقیدہ کا اہتمام بھی کیا ہے۔ انھوں نے اپنے قصیدے میں ہمیشہ اہلِ سنت کے مسلکِ حق کو پیشِ نظر رکھا ہے۔ عقل پرستی کے دور میں رہتے ہوئے مرعوبیت کا شکار ہوئے بغیر معجزات کو پورے خد و خال کے ساتھ پیش کیا ہے بلکہ بین السطور میں کج فہم اور کج رو متکلمین بالخصوص معتزلہ، خوارج اور روافض کے گمراہ کن عقائد و نظریات کا بڑی حکمت و بصیرت اور حسن و خوبی کے ساتھ رد کیا ہے۔

---

[1] :- فاران کراچی سیرت نمبر ص ۷۶

ربطِ مضامین

قصیدہ بُردہ میں مختلف مضامین کو پیش کیا گیا ہے لیکن وہ سب باہم مربوط ہیں۔ ہر مضمون کا دوسرے مضمون سے اور ہر شعر کا دوسرے شعر سے گہرا ربط ہے مثلاً ملامت گر کی ملامت کا تذکرہ ہے تو ساتھ ہی اس امر کی نشاندہی بھی ہے کہ اصل ہدفِ ملامت نفس امارہ ہونا چاہیئے کہ جس نے مجھے عشق رسولؐ کے تقاضے اتباعِ سنت کو پورا کرنے کا موقع نہیں دیا۔ عباداتِ نافلہ میں اپنی کوتاہی اور غفلت کا ذکر کیا ہے تو ساتھ ہی اس کے مقابلے میں حبیب پاکؐ کی سنت شب زندہ داری کا تذکرہ بھی موجود ہے۔

ازالۂ اوہام

اس قصیدے کی ایک امتیازی خوبی یہ بھی ہے کہ جب بھی کوئی مضمون بیان ہوا ہے اور اس سے کسی کم فہم کے دل و دماغ میں کسی وہم و گمان کا امکان ہو تو اس غلط فہمی کا ازالہ بھی اسی شعر کے دوسرے مصرع میں یا پھر اگلے شعروں میں کر دیا گیا ہے مثلاً شکمِ مبارک پر پتھر باندھنے سے احتیاج اضطراری اور ناداری کا شبہ پیدا ہو سکتا تھا لہٰذا اگلے شعر میں وضاحت کر دی گئی کہ حضور پاکؐ کا فقر اضطراری ہرگز نہیں تھا بلکہ اختیاری تھا۔ شہِ لولاکؐ دنیا کے محتاج کیسے ہو سکتے ہیں کہ ساری کائنات اپنے وجود کی خاطر جن کی محتاج تھی۔ ان کی بشاشت اور نرم خوئی کا تذکرہ کیا ہے تو ساتھ ہی ان کے ہیبت و جلال کا نقشہ بھی کھینچ دیا ہے۔

احتسابِ نفس

امام بوصیریؒ کے کمال صدق و اخلاص کا اظہار خود احتسابی کے انداز میں ہوا ہے

ان سے جو کوتاہیاں ہوئیں ان کا انھیں اقرار و اعتراف ہی نہیں بلکہ ان پر ندامت بھی ہے تاہم بخشش کے لئے ہم سب کے لئے بلاشبہ سب سے بڑا سہارا خدا کی بے پایاں رحمت اور حبیبِ خدا کی عظیم شفاعت میں موجود ہے۔

صد شکر کہ ہستیم میانِ دو کریم

باب سوم
مقبولیتِ بُردہ

شانِ مقبولیتِ بُردہ

بارگاہ خداوندی میں مقبولیت

مقبولیت و محبوبیت خصوصاً نیک لوگوں میں یقیناً خداداد ہوا کرتی ہے۔ ایک حدیث شریف میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرنے لگتا ہے تو وہ حضرت جبرائیلؑ کو بلا کر اپنی محبت کا اظہار کرتا ہے اور اسے بھی اس سے محبت کرنے کے لئے کہتا ہے پس وہ بھی اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہے پھر حضرت جبرائیلؑ آسمان میں منادی کر دیتے ہیں کہ اللہ تعالٰے فلاں شخص سے محبت کرتا ہے پس تم بھی اس محبت رکھو۔ چنانچہ آسمان والے بھی اس شخص سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں اور ثُمَّ یُوضَعُ لَہُ القبول فِی الارض پھر اس کے لئے زمین پر بھی محبوبیت اور مقبولیت رکھ دی جاتی ہے۔[۱]

عہدِ تالیف سے لے کر اب تک ہر عہد اور ہر زمانے میں امام بوصیریؒ کی محبوبیت نیک لوگوں میں بُردہ شریف کی مقبولیت اور اس کی مسلمہ افادیت یقیناً اس امر کی دلیل

۱:۔ صحیح مسلم ج ۲ صہ ۳۳۹

ہے کہ اسے بارگاہ خداوندی میں شرفِ قبول میسر ہے۔

ع زبانِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھو

بارگاہِ رسالت میں مقبولیت

قصیدہ بُردہ کی بارگاہ رسالتؐ میں مقبولیت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے اور چنداں محتاجِ بیان نہیں۔ امام بوصیریؒ کا اسے پڑھنا، زیارتِ رسولؐ نصیب ہونا، فالج سے شفا پانا، شیخ ابوالرجاءؒ کا قصیدہ طلب کرنا اور سعدالدین فارقیؒ کو خواب میں کسی بزرگ کا اس کی طرف متوجہ کرنا وغیرہ ایسے حقائق ہیں کہ ان کے ہوتے ہوئے مزید کسی شہادت کی حاجت نہیں تاہم اور بھی کافی ایسے شواہد موجود ہیں جو اس مقبولیت کی نشاندہی کرتے ہیں۔ دراصل مدحِ رسولؐ بذاتِ خود ایسا عمل ہے جو باعث خوشنودیٔ خُدا و رسولؐ ہے۔

خدا اپنے حبیب کی تعریف سن کر خوش ہوتا ہے اور خدا کا رسولؐ یہ دیکھ کر کہ ان کا ایک نام لیوا حقوقِ رسالت کو پہچاننے لگا ہے اور رضاءِ رب کا کام کرنے لگا ہے بذاتِ خود خوش ہوتے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدثِ دہلویؒ قیامِ حرمین کے دوران کے روحانی مشاہدات کی بنا پر فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا ہے کہ سرکارِ رسالت مآب ایسے شخص سے بہت ہی خوش ہوتے ہیں جو آپ پر درود بھیجے اور نعت گوئی کرے۔[1]

تذکرہ نگاروں کا بیان ہے کہ امام بوصیریؒ نے جب یہ قصیدہ حالت خواب میں رسول پاکؐ کو سنایا تھا تو وہ بہت خوش ہوئے تھے بلکہ بقول شارح بردہ جعفر باشا

---

[1] :- فیوض الحرمین ص ۳۳

بالخصوص چھ اشعار (نمبر ۶، ۳۹، ۴۰، ۵۵ وغیرہ) پر تو بطورِ خاص جھوم اٹھے تھے[1]
ایک روایت کے مطابق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ صرف یہ قصیدہ سماعت فرمایا تھا بلکہ اصلاح و اضافہ سے بھی نوازا تھا۔ چنانچہ الشفا شرح بُردہ میں ہے کہ امام بوصیریؒ نے جب خواب میں یہ قصیدہ پڑھ کر سنایا تھا اور شعر نمبر ۵۱ کا پہلا مصرع "فمبلغ العلم فیہ أنّہ بشرٌ" پڑھ کر خاموش ہو گئے کیونکہ دوسرا مصرع موزوں نہ ہو سکا تھا تو حضور پاکؐ نے از خود "وأنّہٗ خیرُ خلقِ اللہِ کلّہمِ" ارشاد فرما کر مصرع موزوں کر دیا تھا۔[2]

بہت سے واقعات ایسے بھی ہیں کہ جن کی روشنی میں بارگاہِ نبوتؐ سے رویائے صالحہ میں مضامینِ بُردہ کی تائید و توثیق ہوتی ہے مثلاً بقول امام شعرانیؒ، شیخ ابو المواہب شاذلیؒ محولہ بالا شعر نمبر ۵۱ ہی کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ ایک ازہری نے مجھ سے کج بحثی شروع کر دی۔

میرا موقف یہ تھا کہ رسول پاکؐ کا ساری مخلوق بشمول انبیاء و ملائکہ مقربین سے افضل ہونا اجماع سے ثابت ہے جب کہ اس کا کہنا یہ تھا کہ قولِ بوصیریؒ شاعر کی محض شاعرانہ دلیل ہے۔ میرے بہت کچھ سمجھانے کے باوجود وہ اپنی بات پر اڑا رہا۔ رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور پاکؐ مع صحابہ کرام بالخصوص حضرات شیخینؓ جامع ازہر کے منبر کے پاس تشریف فرما ہیں۔ مجھے دیکھا تو ارشاد فرمایا ہمارے دوست کو خوش آمدید ہو۔ پھر اپنے صحابہؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا جانتے ہو آج کیا واقعہ پیش آیا۔ وہ کہنے لگے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔ اس پر ارشادِ نبوت ہوا کہ فلاں شخص کا اعتقاد یہ ہے

---

[1]: عصیدۃ الشہدہ ص ۲۰

[2]: کتابِ مذکور ص ۴

کہ فرشتے مجھ سے بہتر ہیں۔ اس پر سارے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بیک آواز جواب دیا "نہیں" اے اللہ کے رسول! روئے زمین پر کوئی بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے افضل نہیں ہے۔

دوسری مرتبہ مجھے زیارتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوئی تو میں نے اس شعر کے مصرعِ اول کے معنیٰ تصدیق کی خاطر یہ عرض کئے کہ آپ کی نسبت اس شخص کا منتہیٰ جس کو آپ کی حقیقت کا علم نہیں ہے، یہ ہے کہ آپ بشر ہیں ورنہ روح قدسی اور قالبِ نبوی کے ساتھ آپ اس سے کہیں اعلیٰ وارفع اور ماوراء ہیں۔ حضور ختمی مرتبتؐ نے یہ سن کر میرے مفہوم کی تصدیق فرمائی۔[1]

شیخ شاذلیؒ مزید فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک مجلس میں میں نے یہ کہا کہ محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشر ہیں مگر دوسرے بشروں کی طرح نہیں ہیں بلکہ وہ ایسے ہیں کہ جیسے پتھروں میں لعل وگوہر ہوتا ہے۔ بعدہٗ مجھے زیارت رسولؐ ہوئی تو حضور اقدسؐ نے مجھ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ کو اور جتنے آدمی اس قول میں تیرے ہم زبان تھے، سب کو بخش دیا۔ اس کے بعد حضرت شاذلیؒ مرتے دم تک ہر مجلس میں یہی موقف دہرایا کرتے تھے۔[2]

قصیدہ بُردہ کی بارگاہِ اقدس میں مقبولیت کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ کئی شارحینِ بردہ کو حضور پاکؐ سے شرحیں لکھنے کا ایما واشارہ فرمایا تھا۔

شیخ علی مصنفک بسطامیؒ (م۔ ۸۷۵ھ / ۱۴۷۰ء) نے ۸۳۵ھ میں خواب میں حضور پُرنورؐ کے اشارہ فرمانے پر تین سالوں میں عربی زبان میں شرح بُردہ تحریر کی تھی۔[3]

---

[1]:۔ ترجمہ الطبقات الکبریٰ ص ۵۲۴

[2]:۔ کتاب مذکور ص ۵۳۶

[3]:۔ الفوائد البہیہ ص ۱۹۳

مزید براں انھیں جہاں جہاں مفہوم اشعار سمجھنے میں دشواری پیش آئی۔ امام بوصیریؒ نے خود خواب میں رہنمائی فرمائی۔ برصغیر پاک وہند سے مولانا نجف علی جھجریؒ (م۔۱۲۹۹ھ/ ۱۸۸۲ء) کو یہ شرف حاصل ہے کہ انھوں نے فرمانِ نبوتؐ کے مطابق شرحیں لکھی تھیں۔ انھیں سن ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء میں خواب میں بارگاہ نبوتؐ سے حکم ہوا کہ وہ قصائد ثلاثہ، بانت سعاد، بردہ شریف اور آمالی کی عربی، فارسی اور اردو میں تین تین شرحیں لکھیں چنانچہ تعمیلِ ارشاد کرتے ہوئے انھوں نے ہر قصیدے کی ان زبانوں میں تین شرحیں لکھیں[1]۔

صحابہ کرامؓ میں مقبولیت

مولانا جلال الدین محلیؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک بزرگ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خواب میں زیارت کی اور انھیں دیکھا کہ وہ قصیدہ بردہ کے شعر نمبر ۵۷-۵۸ کو بطور مرثیہ سرور کائنات پڑھ رہے تھے[2]۔

امام بوصیریؒ اور رہنمائی شارحین

شیخ بدر الدین الدین زرکشیؒ (م۔۷۹۴ھ/۱۳۹۱ء) شعر نمبر ۵۲ کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ شعر مفہوم کے اعتبار سے مشکل ترین شعر ہے۔ مختلف شرحیں دیکھیں مگر میری تشفی نہ ہوئی۔ کچھ عرصہ اس سلسلے میں حیران پریشان رہا۔ بالآخر امام بوصیریؒ کو مکاشفہ میں دیکھا اور ان سے ہی مفہوم شعر پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ انسان میں دل، نفس امارہ اور شیطان تین داعیے ہوتے ہیں۔ جب کوئی دل نیکی کا کام کرنا چاہتا ہے تو نفس اسے روکتا ہے۔

۱؎ :۔ تذکرہ علمائے ہند ص ۲۳۶

۲؎ :۔ عقیدہ الشہادہ ص ۱۰۹

پس دونوں میں جھگڑا شروع ہو جاتا ہے۔ اتنے میں شیطان پنچ بن کر بیچ میں آجاتا ہے حالانکہ وہ خود برائی کا حکم دینے والا ہے۔ اس طرح شیطان حَکَم (ثالث) ہوگا اور نفس، خصم (جھگڑے کا ایک فریق)۔ اسی طرح اگر شیطان کسی برائی کا کام کرنا چاہتا ہے تو دِل اسے روکتا ہے پھر دونوں میں جھگڑا ہونے لگتا ہے تو وہ نفس امارہ کو ثالث بنا لیتے ہیں جو خود برائی کا حکم دینے والا ہے۔ اس صورتِ حالات میں نفس، حَکَم (ثالث) اور شیطان خصم (فریقِ مخالف) ہوگا۔[1]

اشاعت اور مقبولیت

عہدِ حیات میں مقبولیت

نظم و تالیف کے فوراً بعد ہی قصیدہ بُردہ کی شہرت دور دور تک پہنچ گئی۔ چنانچہ عبدالسلام بن ادریس مراکشیؒ (م۔ ۶۶۰ھ/ ۱۲۶۲ء) نے خواص البردہ فی بُرء الداء لکھ کر اس نسخہ شفاء سے لوگوں کو متعارف کرایا۔ شیخ ابوشامہ قدسیؒ (م۔ ۶۶۵ھ/ ۱۲۶۸ء) نے پہلی شرح لکھی جب کہ مشہور مفسر قاضی بیضاویؒ (م۔ ۶۹۶ھ/ ۱۲۹۶ء) نے پہلے تسبیع نگار ہونے کا شرف حاصل کیا۔ شیخ علی بن جابر ہاشمی یمنی شافعیؒ (م۔ ۷۲۵ھ/ ۱۳۲۵ء) نے امام بوصیریؒ سے قصیدہ سماعت کیا اور پھر ایک شرح تالیف کی۔

---

[1] : عصیدۃ الشہدہ ص ۵۶، ۵۷

اگلی صدی میں اشاعت

امام بوصیریؒ نے ساتویں صدی کے آخری عشرے میں انتقال فرمایا۔ اگلی صدی یعنی آٹھویں صدی ہجری میں شارحین کی ایک طویل فہرست ہمارے سامنے آتی ہے مثلاً شیخ عمر بن عبدالرحمٰن فارسیؒ (م۔ ۷۴۵ھ/ ۱۳۴۴ء) شیخ ابوعثمان البیریؒ (م۔ ۷۵۱ھ/ ۱۳۵۰ء) شیخ ابن حجلہ تلمسانی حنبلیؒ (م۔ ۷۷۶ھ/ ۱۳۷۴ء) شیخ ابن صائغ زمردیؒ (م ۷۷۶ھ/ ۱۳۷۵ء) شیخ ابن مرزوق تلمسانیؒ (م۔ ۷۸۱ھ/ ۱۳۷۹ء) امام تفتازانیؒ (م۔ ۷۹۱ھ/ ۱۳۸۹ء) اور شیخ بدر الدین زرکشیؒ (م۔ ۷۹۴ھ/ ۱۳۹۱ء) نے عربی میں شرحیں لکھیں۔ مزید براں ابو العباس قصارؒ، جلال بن قوام اور فخر الدین شیرازیؒ نے شرحوں کی تکمیل کی۔ مؤخر الذکر نے دراصل دو شرحیں لکھیں جن میں سے مختصر شرح اسی صدی کے آخر میں اور دوسری مفصل اگلی صدی کے پہلے عشرے میں تکمیل کو پہنچی۔ آٹھویں صدی میں وفات پانے والے چار پانچ تخمیس نگار بھی ہیں۔ ممکن ہے کہ ان میں سے بعض کو بوصیریؒ کی زندگی ہی میں اپنی تخمیس لکھنے کا موقع ملا ہو۔

عالمِ اسلام کے مشہور عالم شارحین

مشہور عربی شرحیں

بعد کی صدیوں میں عربی زبان میں بیسیوں شرحیں لکھی گئی ہیں اور یہ شرح نگاری بلاشبہ مقبولیت اور جامعیتِ بردہ کی ایک بڑی دلیل ہے۔ ابن ہشام نحویؒ، جلال محلی، قسطلانیؒ،

خفاجیؒ، ملّا علی قاریؒ، عمر خرپوتیؒ، عبدالغنی قراباغی اور ابراہیم باجوریؒ جیسے ائمہ علم و فن شارحین بُردہ میں شامل ہیں۔ خیر الدین عطوفیؒ (م ۔ ۹۴۸ھ/ ۱۵۴۱ء) اور شیخ زادہؒ (م ۔ ۹۵۱ھ/ ۱۵۴۴ء) نے اپنی شرحوں میں قافیہ اور ردیف کا التزام تک کیا ہے۔ بعض شارحین مثلاً احمد لالی اور خالد ازہری کو دو دو شرحوں کے لکھنے کی سعادت حاصل ہے۔ بہت سے علماء اور شعراء نے تخمیس، تسبیعیں، تشطیریں اور تذئیلیں لکھی ہیں معارضین میں سے سید ابن معتوق، احمد شوقی اور سیدہ عائشہ باعونیہ نے بُردہ کی بحر و ردیف میں قافیہ پیمائی کی ہے۔

فارسی اور ترکی شرحیں

ایک زمانے میں فارسی عالم اسلام کی دوسری بڑی زبان تھی۔ اس زبان میں کوچک محمود زادہ (م ۔ ۱۰۴۲ھ/ ۱۶۳۲ء) اور عصام الدین ابن عرب شاہ اسفرائنی (م ۔ ۹۴۴ھ/ ۱۵۳۷ء) کی شرحیں لائق تذکرہ ہیں۔ ترکی زبان میں بھی شرحوں کی کمی نہیں۔ نمایاں شارحین میں محمد مکی افندی، عثمان توفیق بے، محمد خیری افندی، شیخ سعد اللہ خلوتی اور یحیی دفتری کے نام لئے جا سکتے ہیں۔

مستشرقین اور تراجم بُردہ

قصیدہ بُردہ کی بے پناہ مقبولیت کے پیش نظر مستشرقین بھی اس کی طرف متوجہ ہوئے ہیں چنانچہ انھوں نے مختلف زبانوں میں ترجمے کئے ہیں۔ مثلاً ریڈ ہاؤس کا انگریزی

ترجمہ جسے کلاوسٹن نے شائع کرایا۔ جبرئیل نے ۱۹۱۰ء میں فلورنس سے لاطینی ترجمہ طبع کرایا تھا۔ فرانسیسی میں سلوٹرڈ ساسی اور رینہ باسیہ کے ترجمے موجود ہیں۔ جرمن زبان میں دو تین ترجمے شائع ہو چکے ہیں۔ مزید براں جاوی اور تاتاری زبانوں میں بھی ترجمے ہوئے ہیں۔ خدا جانے اور کتنے ترجمے ہوں گے۔

برِصغیر پاک و ہند میں مقبولیت

سلسلۂ سند و اجازت

عاشقِ رسولِ مقبول ﷺ امام بوصیری ؒ کے ان گلہائے عقیدت کی خوشبو چہار سو پھیلتی چلی گئی حتیٰ کہ جلد ہی برِصغیر کے عشاق کو بھی اس کے نفحات سے لطف اندوز ہونے کا موقع مل گیا۔ یہاں سے علماء و مشائخ جب حج و زیارت کی غرض سے دیارِ حبیب ﷺ جایا کرتے تھے تو وہاں کے بزرگوں سے اوراد و وظائف کی سند و اجازت بھی حاصل کیا کرتے تھے۔

بعض اوقات عرب و عجم کے بعض عالم اور شیخ بھی تلاشِ معاش یا تبلیغ اسلام کی خاطر یہاں آیا کرتے تھے۔ اس طرح ان دو ذریعوں سے قصیدہ بردہ یہاں پہنچا اور لوگوں نے اسے وردِ زبان بلکہ حرزِ جاں بنایا۔ ہمارے اکثر بزرگوں کا سلسلۂ اسناد شیخ علی بن جابر ہاشمی یمنی شافعی ؒ کے واسطے سے امام بوصیری ؒ تک پہنچتا ہے۔ تجربہ شاہد ہے کہ اوراد و وظائف میں سند و اجازت کا اہتمام تاثیر و افادیت کو دوچند کر دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سلف صالحین اس کا التزام رکھا کرتے تھے۔ حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی ؒ

(م-۱۰۳۲ھ/۱۶۲۴ء) نے ابتدائے احوال میں قاضی بہلول بدخشانی ؒ سے قصیدہ بُردہ کی اجازتِ قراءت حاصل کی تھی [۱]

مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ؒ (م-۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء) کو جب سن ۱۱۴۳ھ/۱۷۳۱ء میں حج و زیارت کی سعادت میسر آئی تو انھوں نے شیخ ابوطاہر محمد بن ابراہیم کردی مدنی ؒ (م-۱۱۴۵ھ/۱۷۳۳ء) سے دیگر وظائف کے ساتھ ساتھ قصیدہ بردہ کی سندِ قراءت اخذ فرمائی۔ ان کی سند یہ ہے:-

شیخ ابی طاہر عن محمد بن العلاء البابلی عن سالم السنہوری عن نجم الغیطی عن شیخ الاسلام زکریا انصاری عن ابی اسحاق الصالحی عن الصالح محمد بن محمد بن الحسن الشاذلی عن علی بن جابر الہاشمی عن الامام شرف الدین محمد بن سعید البوصیری ؒ [۲]

حضرت محدث دہلوی ؒ نے اپنی اس سند کے بعض شیوخ کا تعارف اپنی کتاب انفاس العارفین میں کرایا ہے ان کے ایک معاصر شیخ فقیر اللہ شکارپوری ؒ (م-۱۱۹۵ھ ۱۷۸۱ء) نے اپنے شیخ محمد ہاشم ٹھٹھوی ؒ سے بعض اذکار بشمولِ قصیدہ بُردہ کی سندِ اجازت حاصل کی تھی اور اپنی کتاب وثیقۃ الاکابر (قلمی نسخہ) کی ساتویں فصل میں اسناد ذکر کی ہیں [۳]

متاخرین میں سے پروفیسر مولانا نور بخش توکلی ؒ نے اپنی سند بُردہ کو مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی ؒ، شیخ الدلائل عبدالحق الہ آبادی مہاجر مکی، مولانا ابوالبرکات تراب علی لکھنوی ؒ اور علامہ مخدوم لکھنوی رحمۃ اللہ علیہم کی کڑیوں کے ساتھ حضرت محدث دہلوی ؒ

---

[۱]:- رودِ کوثر ص-۲۰۹

[۲]:- انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ ص-۱۶۲

[۳]:- ماہنامہ الحق ج ۱۳ ش ۵

تک پہنچایا ہے [۱]

حفظ و قرأت اور درس و تدریس

یہ قصیدہ اپنی تالیف کے روزِ اول ہی سے عالمِ اسلام میں مشہور و مقبول ہوگیا تھا۔ لوگ اسے ایک دوسرے سے سن کر دوسروں تک پہنچاتے رہے۔ چراغ سے چراغ جلتے رہے حتیٰ کہ برِصغیر میں بھی اس کا چرچا ہونے لگا۔ لوگوں نے اس کی نقلیں تیار کرلیں بلکہ بعض تو بڑے ذوق و شوق کے ساتھ اسے حفظ کرنے لگے۔

ملّا عبدالقادر بدایونی بیان کرتے ہیں کہ ملّا مبارک ناگوریؒ (م - ۱۰۰۱ھ/ ۱۵۹۳ء) کو بانتُ سعاد، تائیہ ابن الفارض اور بردہ بوصیریؒ تینوں قصیدے حفظ تھے [۲]

حفظ و قرأت کے ساتھ ساتھ درس گاہوں اور خانقاہوں میں اس قصیدے کے درس و تدریس کا سلسلہ جاری تھا۔ ملا بدایونی ہی کا بیان ہے کہ سن ۹۶۰ھ/ ۱۵۵۲ء میں جب کہ میری عمر بارہ برس کی تھی، میں اپنے والد بزرگوار کی معیت میں میاں حاتم سنبھلیؒ (م - ۹۶۹ھ/ ۱۵۶۲ء) کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان کی خانقاہ میں قصیدہ بردہ کا درس ختم کرکے رخصت ہونے کی اجازت چاہی تو انھوں نے تبرکاً حنفی فقہ کی کتاب کنز کے چند اسباق پڑھائے اور اپنے خاص مریدوں میں شامل فرمالیا۔ پھر اپنے مرشد شیخ عزیز اللہ تلمنبویؒ کی جانب سے کلاہ و شجرہ عطا کرتے ہوئے میرے والد سے فرمایا کہ یہ کلاہ اور شجرہ اس لئے دیا ہے تاکہ اسے علومِ ظاہرہ کا بھی فائدہ پہنچے [۳]

---

۱ :۔ العمدہ ص ۱

۲ :۔ ترجمہ منتخب التواریخ

۳ :۔ کتاب مذکورہ ص ۵۶۲

عربی و فارسی میں شرح نگاری

برصغیر پاک و ہند میں جس قدیم ترین شرح کا سراغ ملا ہے وہ مشہور شارح قاضی شہاب الدین دولت آبادیؒ (م - ۸۴۹ھ / ۱۴۴۵ء) کا عربی حاشیہ ہے جب کہ فارسی زبان میں پہلی شرح لکھنے کا سہرا محمد غیور قادری کے سر ہے جو سن ۹۲۰ھ / ۱۵۱۴ء میں دہلی میں بقید حیات تھے۔ ملا عبد القادر بدایونیؒ (م - ۱۰۲۴ھ / ۱۶۱۵ء) کو بردہ شریف سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا۔ وہ قصیدہ وظیفے کے طور پر باقاعدگی سے پڑھا کرتے تھے اور ایک شرح بھی ان کے زور قلم کا نتیجہ ہے۔ خود فرماتے ہیں کہ سن ۹۷۰ھ / ۱۵۶۲ء میں شیخ محمد غوث گوالیاریؒ صاحب جواہر خمسہ کے جانشین شیخ ضیاء اللہ کی خدمت میں آگرے میں حاضر ہوا۔ انہی دنوں میں نے شرح بُردہ لکھی تھی۔ ایک باب ان کے سامنے پڑھ کر سنایا۔ مطلع قصیدہ کے بارے میں جو علمی اور روحانی نکات میرے ذہن میں آئے تھے وہ بیان کیے۔ سن کر بہت خوش ہوئے اور خود بھی چند نکات بیان فرمائے[1] اسی زمانے میں غضنفر بن جعفر حسینی (م - ۹۹۷ھ / ۱۵۸۹ء) نے بھی فارسی ہی میں ایک شرح لکھی۔ کچھ عرصہ بعد ایک اور فارسی شرح شیخ عیسیٰ بن قاسم سندھی برہانپوری (م - ۱۰۳۱ھ / ۱۶۲۱ء) کے قلم سے نکلی۔ جب کہ عربی میں شیخ منور بنی اسرائیل لاہوری (م - ۱۰۱۱ھ/۱۶۰۲ء) اور ان کے بعد ملا عبد الحکیم سیالکوٹی کے نامور شاگرد نظام الدین بن محمد رستم خجندی لاہوری نے سن ۱۰۹۴ھ / ۱۶۸۳ء میں ایک شرح تحریر کی تھی۔ بعد کے زمانوں میں جن خوش نصیب علماء کو عربی میں شرحیں لکھنے کا شرف حاصل ہوا۔ ان میں سے مولوی ارتضاء علی خاں گوپاموی (م - ۱۲۵۱ھ / ۱۸۳۵ء) شیخ محمد شاکر بن عصمت اللہ لکھنوی، مولانا جان محمد

---

[1] - ترجمہ منتخب التواریخ ص ۶۳۰

سیالکوٹی لاہوری (م - ۱۲۲۸ھ/ ۱۸۵۱ء) مولوی رضا حسن خاں کاکوروی (سن تالیف ۱۲۶۵ھ/ ۱۸۴۹ء) مولوی یوسف علی گوپاموی (نام - شرح الجواہر الفریدہ) اور مولانا قاضی غلام نبی ہزاروی (م - ۱۳۵۰ھ/ ۱۹۳۱ء) قابلِ ذکر ہیں - فارسی زبان کے شارحین میں مولانا تراب علی لکھنوی (م - ۱۲۱۳ھ/ ۱۷۹۸ء) اور صاحب تذکرہ علمائے ہند مولوی رحمٰن علی (م - ۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۷ء) کے ایک ہمدرس مولانا امام العالم خیرآبادی شامل ہیں -

اردو میں شرح نگاری

اردو زبان میں جو شرحیں لکھی گئی ہیں ان میں سے پروفیسر سید محمود علی جالندھری کی شرح الشوار دالفردہ ۱۳۷۱ھ/ ۱۹۵۲ء میں پشاور سے شائع ہوئی جس میں انھوں نے اردو اور فارسی میں منظوم ترجمہ اشعار دیا ہے - مولانا ابوالحسنات محمد احمد قادریؒ (م - ۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۱ء) کی شرح طیبُ الوردہ متعدد بار شائع ہوئی - راقم الحروف کی انوارِ بُردہ کا پہلا ایڈیشن ۱۹۶۴ء میں لاہور سے شائع ہوا - علاوہ ازیں گوجرانوالہ کے سائیں جی کی شرح گلہائے عقیدت اور جناب علی محسن صدیقی کی مطبوعہ کراچی بُردہ المدیح قابلِ ذکر ہیں - حال ہی میں مولانا مفتی عبدالحکیم کے قلم سے چند اشعار بردہ کی تشریح ماہنامہ البلاغ کراچی میں چھپی ہے -

ایک شارح اور متعدد شرحیں

عشقِ رسولؐ کی انوکھی دستاویز قصیدہ بردہ کی شرح لکھنا ایک سعادت اور ایسی کیف آور قلمی کاوش ہے کہ ایک شرح لکھ لینے کے باوجود بھی طبیعت سیر نہیں ہوتی - بُردہ شریف پر میری بھی دوسری کتاب ہے اور جی چاہتا ہے کہ ایک اور لکھنے کی سعادت بھی میسّر آجائے - پاک و ہند میں کئی ایسے شارحین ہیں کہ جنھوں نے ایک سے زیادہ شرحیں لکھی

ہیں مثلاً مولانا ذوالفقار علی دیوبندیؒ (م-۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء) کی مشہور مطبوعہ شرح عطر الوردہ دراصل عربی اور اردو دو شرحوں کا مجموعہ ہے۔ مولانا ابوالبرکات محمد عبدالملک کھوڑوی (م-۱۳۶۰ھ/۱۹۴۱ء) نے اردو زبان میں دو شرحیں، ایک مختصر دوسری مفصل، اطباق الثردہ اور حسن الجردہ کے نام سے لکھی ہیں۔ حسن الجردہ میں خواص اشعار کے ساتھ ساتھ اشعار کا منظوم فارسی ترجمہ بھی کیا گیا ہے اور حال ہی میں بارِ دیگر طبع ہوئی ہے حضرت سائیں توکل شاہ انبالویؒ کے خلیفہ مجاز پروفیسر مولانا محمد نور بخش توکلیؒ (م-۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء) نے بھی اردو اور عربی میں دو شرحیں لکھیں تھیں۔ عربی شرح العمدہ لاہور سے ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء میں شائع ہوئی۔

ایک مترجم اور متعدد تراجم

شارحین کی طرح مترجمین نے بھی ایک سے زیادہ ترجمے کئے ہیں۔ مولانا مفتی الٰہی بخش کاندھلویؒ (م-۱۲۴۵ھ/۱۸۳۰ء) نے بردہ شریف کی عربی میں ایک مبسوط صوفیانہ انداز میں شرح لکھی تھی اور پھر ہر شعر کے نیچے فارسی، اردو اور عربی میں منظوم ترجمہ بھی کیا تھا[1]

مولوی عزیز الدین بہاولپوریؒ نے ۱۳۰۱ھ/۱۸۸۴ء میں نظم الورع کے تاریخی نام سے قصیدہ بردہ کی تخمیس و تضمین لکھی کہ جو ۱۱۶ صفحات پر مطبع حسینی بمبئی سے شائع ہوئی۔ اس میں ہر شعر کے نیچے فارسی، اردو اور سرائیکی میں منظوم ترجمہ کیا گیا ہے۔ بانی عید گاہ شہر ملتان پیرزادہ محمد حسین خاں عارف ریٹائرڈ سیشن جج (م-۱۳۴۷ھ/۱۹۲۸ء) نے اردو اور فارسی میں منظوم ترجمے کئے ہیں جو رحمانی پریس دہلی سے ۱۳۴۴ھ/۱۹۲۹ء

---

[1]:- حالات مشائخ کاندھلہ ص-۶۵

میں شائع ہوئے۔ حال ہی میں ڈاکٹر مہر عبدالحق ملتانی نے انگریزی، فارسی، اردو اور سرائیکی تراجم شائع کرائے ہیں۔

تراجم اور حواشی

فارسی زبان میں قدیم ترین منظوم ترجمہ لطف اللہ مہندس لاہوری (م - ۱۰۵۳ھ/ ۱۶۴۰ء) کا ہے جو نولکشور سے طبع ہوا تھا۔ انگریزی میں شیخ فیض اللہ بھائی نے ۱۳۱۰ھ/ ۱۸۹۲ء میں بمبئی سے شائع کرایا۔ پنجابی میں پیر وارث شاہ، شیخ غلام مرتضیٰ اور مولانا نبی بخش حلوائی لاہوریؒ (۱۳۶۳ھ/ ۱۹۴۴ء) کے منظوم ترجمے مشہور ہیں۔ اردو تراجم میں سے مولانا محمد حسن اور مولانا اصغر علی روحی (م - ۱۳۷۳ھ/ ۱۹۵۴ء) کے ترجمے لاہور سے طبع ہوئے ہیں، عبداللہ ہلال صدیقی اور فروغ احمد ایم۔ اے (نام ترجمہ نوائے بُردہ) کے منظوم ترجمے کراچی سے چھپے ہیں۔ بڑے اشاعتی اداروں میں سے نور محمد کارخانہ کتب، تاج کمپنی کراچی اور شیخ سراج الدین اینڈ سنز لاہور نے بھی اردو تراجم مع حواشی چھاپے ہیں۔ عربی میں ایک حاشیہ مولانا حافظ محمد سلیمان کاندھلوی نے لکھا تھا معلوم نہیں کہ طبع ہوا یا نہیں۔

اشعارِ بردہ سے استشہاد

برصغیر پاک و ہند میں قصیدہ بُردہ کی مقبولیت اور امام بوصیری کی جلالت قدر کا یہ عالم ہے کہ یہاں کے جید علماء اور نامور فضلاء اپنی تصانیف میں اس قصیدے کے اشعار سے استدلال کرتے رہے ہیں۔ مثلاً شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۱۰۵۲ھ/ ۱۶۴۲ء) جیسی جلیل القدر ہستی نے شیخ تاج سبکی کے حوالے سے مسئلۂ توسل کی حقانیت پر بردہ شریف کے شعر نمبر ۱۵۳ کی شہادت پیش کی ہے[1]

---

[1]: جذب القلوب ص ۱۶۰

اس بابرکت قصیدہ کو مسجدِ نبوی نے اپنے گنبدوں میں جگہ دی اور حصولِ سعادت کی غرض سے برصغیر کے بعض علماء اور فضلاء نے اس کے روح پرور اشعار سے اپنی کتابوں کو زینت بخشی ہے مثلاً مشہور مورخِ اسلام سید امیر علی نے اپنی مشہور عالم انگریزی کتاب اسپرٹ آف اسلام کے ہر باب کا آغاز اشعارِ بردہ سے کیا ہے اور مولانا اشرف علی تھانویؒ نے سیرت النبیؐ پر اپنی مقبول تالیف نشر الطیب کے ہر باب کا اختتام بُردہ کے بابرکت شعروں پر کیا ہے۔

علامہ اقبالؒ کو عشقِ مصطفےٰؐ کی قدرِ مشترک کی بدولت امام بوصیریؒ سے بے پناہ عقیدت تھی چنانچہ وہ ان کا حوالہ دے کر بارگاہِ رسالتؐ میں استدعا کرتے ہیں۔

اے بوصیری را ردا بخشندۂ
بربطِ سلما مرا بخشندۂ

ایک اور مقام پر عرض کرتے ہیں:

چوں بصیری از تو می خواہم کشود
تا بمن باز آید آں روزے کہ بود

بالِ جبریل کی نظم ذوق و شوق کا تمام تر ذوق و شوق تلمیحاتِ بردہ کا مرہونِ منت ہے۔ یاد رہے کہ یہ اشعار مصر اور فلسطین کی مقدس سرزمین میں لکھے گئے تھے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:۔

سرخ و کبود بدلیاں چھوڑ گیا سحابِ شب — کوہِ اضم کو دے گیا رنگ برنگ طیلساں
گرد سے پاک ہے ہوا، برگِ نخیل دھل گئے — ریگِ نواحِ کاظمہ نرم ہے مثلِ پرنیاں

آگ بجھی ہوئی اِدھر ٹوٹی ہوئی طناب اُدھر
کیا خبر اس مقام سے گزرے ہیں کتنے کارواں

تتبع بُردہ میں قصائد

امام بوصیریؒ عشقِ رسولؐ کے سفر میں پیش رو ہیں اور ان کا نعتیہ قصیدہ بردہ دنیائے نعت گوئی کا پیشوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شارحین نے خدمتِ بردہ میں اور شعرائے پیرویٔ بردہ میں اپنی سعادت سمجھی ہے۔ چنانچہ برِصغیر کے بعض علماء اور نعت گو شعرائے قصیدۂ بُردہ کی بحر و ردیف میں قصیدے کہنے کی کوشش کی ہے۔ اس سلسلے میں مولانا رضا حسن خاں کاکورویؒ کا انموذج الکمال، مولانا محمد حسن جکوالی (م۔ ۱۳۱۶ھ/۱۸۹۸ء) کا قصیدہ علیٰ نہج البردہ، مولانا عبد القدیر قادری حیدر آبادی (م۔ ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء) کا سقوطِ دکن کی ابتلا میں کہا گیا قصیدہ اور علامہ احمد بن عبد القادر کوکنی (م۔ ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء) کا قصیدہ قابلِ ذکر ہے۔

علامہ کوکنی کے قصیدے کا مطلع گویا مطلعِ بُردہ کی صدائے بازگشت ہے؎۔

یا شوق بَلِّغْ الی جیرانِ ذی سَلَمِ
سلامَ صَبٍّ سلیم الھم د الالمِ

برِصغیر میں عربی زبان میں بُردہ کی تخمیس اگرچہ کم لکھی گئی ہیں اور زیادہ زور ایسے مخمسوں پر رہا ہے کہ جن میں دو مصرعے بُردہ کے ہوں اور باقی تین مصرعے فارسی یا اردو وغیرہ میں ہوں تاہم عربی تخمیسوں میں سید علی شوستری (م۔ ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء) کی مطبوعہ تخمیس جواہر الفردہ بڑی مشہور ہے۔

دوسری علاقائی زبانوں کے شعر و ادب میں شروح و تراجم کا یہ سرمایہ ضرور موجود ہوگا جس کی میں تحقیق نہیں کر سکا۔ بہرحال برِصغیر میں قصیدہ بُردہ کی مقبولیت کا یہ مختصر سا جائزہ تھا۔ جب تک گردشِ ارض و سما جاری ہے نور و نکہت کا یہ سفر بھی جاری ہے۔

لے: نزہۃ الخواطر ج ۸ ص ۲۳

لوگ آئیں گے اور شرحیں لکھتے جائیں گے اور یہ سلسلہ رہتی دنیا تک ان شاء اللہ تعالیٰ قائم و دائم رہے گا۔

بقول علامہ اقبالؒ ؎

لکھی جائیں گی کتابِ دل کی تفسیریں بہت
ہوں گی اے خوابِ جوانی تیری تعبیریں بہت

باب چہارم
خواصِ بُردہ

فیوض و برکات

۱۔ عشقِ رسولؐ کی سعادت
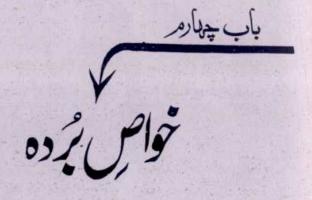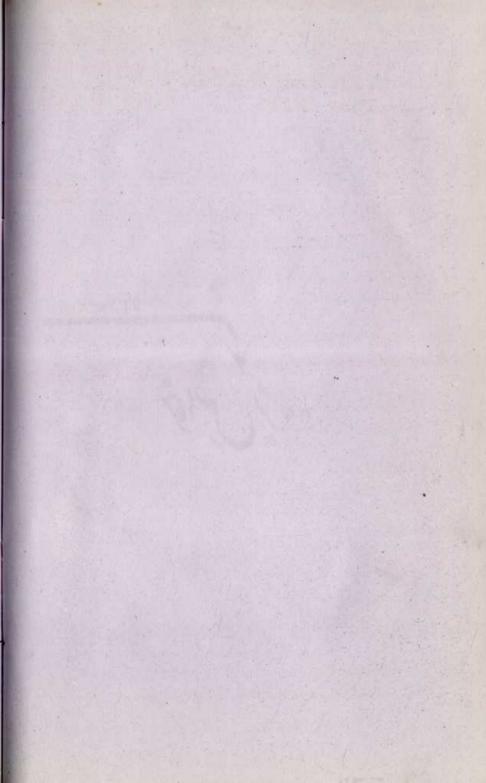
قصیدہ بردہ نہ صرف ایک عاشقِ رسولؐ کے اخلاصِ محبت اور جذبات عقیدت کا آئینہ دار ہے بلکہ اس کے سوزِ عشق اور دردِ محبت میں ڈوبے ہوئے اشعار قارئین میں عشقِ رسولؐ پیدا کرنے اور اسے پروان چڑھانے میں اکسیر کا درجہ رکھتے ہیں بلاشبہ مینائے بردہ میں جو مئے محبت موجود ہے، اس کی تاثیر سے کسی اہلِ دل کو مجالِ انکار نہیں ہے۔ ناممکن ہے کہ کوئی شخص محبت، و عقیدت سے اس قصیدے کو پڑھے اور عشقِ رسولؐ سے سرشار نہ ہو جائے۔ یہ قصیدہ مزید براں نہ صرف عشقِ رسولؐ کی حیات بخش حرارت بخشتا ہے بلکہ قاری کے دل و دماغ میں اتباعِ سنت کا داعیہ بھی پیدا کر دیتا ہے۔ محبت و اطاعت کا یہ قِران السعدین بلاشبہ سعادتِ دارین ہے۔ مبارک ہیں وہ لوگ کہ جنھیں یہ سعادتیں میسر آجائیں۔ عاشقانِ محبوبِ خدا کے لئے یہ قصیدہ نعمتِ عظمیٰ اور تحفہ بیش بہا ہے۔ اہلِ نظر کا کہنا یہ ہے کہ جتنا اس ارمغانِ محبت کو زیادہ پڑھا جائے اتنا ہی محبتِ رسولؐ میں زیادہ اضافہ ہوتا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ

بزرگانِ دین نے اسے ہمیشہ وردِ زبان بنایا ہے اور عشقِ مصطفٰیؐ کا فیضان پایا ہے۔

۲- زیارتِ نبویہؐ کی نعمت

اس بابرکت قصیدے کی خصوصیت اور خاصیت یہ ہے کہ اسے کثرت کے ساتھ پڑھنے والا خواب میں زیارتِ رسولؐ سے مشرف ہوتا ہے بشرطیکہ وہ آداب و شرائط کا پورا پورا لحاظ رکھے۔ یہ زیارتِ رسولؐ اہلِ ایمان کے لئے ایک ایسی نعمت و سعادت ہے کہ دنیا جہاں کی ساری نعمتیں اس کے سامنے ہیچ ہیں۔ اس مقصد کی خاطر قصیدہ پڑھنے کی ایک ضروری شرط یہ ہے کہ اس خاص درود شریف کو قصیدہ پڑھنے سے پہلے ضرور پڑھا جائے کہ جو امام بوصیریؒ نے بارگاہِ نبوتؐ میں قصیدہ پڑھتے وقت پڑھا تھا بلکہ زیادہ اچھا یہ ہے کہ ہر شعر کے اوّل و آخر میں وہ درود شریف پڑھ لیا جائے۔ درود شریف یہ ہے:

مَوْلَايَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

ترجمہ: اے میرے آقا و مولا! تو ہمیشہ ہمیشہ درود و سلام بھیج اپنے حبیب پاکؐ پر کہ جو تیری ساری مخلوقات میں سب سے بہتر اور افضل ہیں۔

مفتی عزیز بوبت؟ بیان کرتے ہیں کہ امام غزنویؒ کچھ عرصہ سے ہر رات یہ قصیدہ زیارتِ رسولؐ کی خاطر پڑھا کرتے تھے لیکن انھیں یہ سعادت نصیب نہیں ہوتی تھی۔ حیران پریشان تھے کہ قصیدے کی تاثیر تو مسلم ہے پھر آخر مجھ سے کیا کوتاہی ہوئی ہے کہ زیارت میسّر نہیں آرہی۔ ایک خدا رسیدہ بزرگ سے اس کی وجہ دریافت کی تو انھوں نے مراقبہ کر کے بتایا کہ وجہ غالباً یہ ہے کہ تم اس درود و سلام کا اہتمام نہیں کرتے جسے صاحبِ قصیدہ

نے قصیدہ کہتے ہوئے پڑھا تھا [1]

۳۔ شافعِ محشر کی شفاعت

طاعات و عبادات لازمۂ عبودیت ہیں۔ ان کے بغیر ایمان و اسلام کا تصور ہی محال ہے۔ محققین کے نزدیک اعمال سے انکار زندیقیت ہے تو اعمال پر اعتماد خارجیت ہے۔ نجاتِ اخروی کے لئے ضروری امر یہ ہے کہ اعمال سر انجام دیئے جائیں اور رضاء الٰہی اور رسولِ پاک کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق حسن و خوبی کے ساتھ سر انجام دیئے جائیں لیکن بھروسہ ہمیشہ اور ہر حال میں خدا کی رحمت اور اس کے حبیبِ پاک کی شفاعت پر ہو۔ بلا شبہ ہم ہمیشہ رحمتِ خداوندی اور شفاعت پیغمبر کے محتاج اور امیدوار ہیں۔ وہ دونوں کریم اور رحیم ہیں اس لئے ہماری یہ امیدِ بخشش بے جا نہیں۔

ع بر کریماں کارہا دشوار نیست

قصیدہ بردہ خدائے پاک کے حبیبِ پاک کی مدح و نعت ہی میں ایک مقبول قصیدہ ہے۔ خدا کی بے پایاں رحمت اور رسولِ پاک کی سدا بہار شفقت سے ہم قارئین بردہ کو امیدِ بخشش و نجات ہے۔ ہم گنہگاروں کے لئے شافعِ روزِ جزا کے سوا اور سہارا ہی کیا ہے؟ بس امام بوصیریؒ کے ہم زبان ہو کر ہم بھی یہی کہتے ہیں ؎

يَا أَكْرَمَ الْخَلْقِ مَا لِي مَنْ أَلُوذُ بِهِ
سِوَاكَ عِنْدَ حُلُولِ الْحَادِثِ الْعَمَمِ

ترجمہ: اے خلقِ خدا میں سب سے بڑے کریم! میرا تیرے سوا اور کوئی نہیں کہ جس کے ہاں روزِ محشر کے حادثہ عام کے نازل ہونے پر میں پناہ لے سکوں۔

---

[1] عصیدۃ الشہدہ صـ ۴

۴۔ راہِ طریقت کی دریافت

اللہ تعالیٰ کی محبت ہو یا معرفت، عشقِ رسولؐ اور اتباعِ رسولؐ کے بغیر ممکن ہی نہیں۔ حبیبِ خدا کی محبت و اتباع ہی سے خدا کی سچی محبت اور صحیح معرفت میسر آتی ہے۔ قرآن شاہد ہے کہ اتباعِ سنت سے انسان نہ صرف خدا کا سچا محب بنتا ہے بلکہ خدا کا محبوب بھی بن جاتا ہے۔ اتباعِ سنت کے تحت اور پابندیٔ شریعت کے ساتھ تہذیبِ نفس اور روحانی ترقی کی عملی تربیت طریقت کہلاتی ہے۔ درود شریف کی کثرت کی طرح اس نعتیہ قصیدے کی برکات میں سے ایک برکت یہ ہے کہ اس کی مواظبت، طریقت میں خضرِ راہ ثابت ہوتی ہے۔

غوثِ زماں حضرت سید عبد العزیز دباغ مغربیؒ اپنے سلوک کی سرگزشت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ العربی الفشتالیؒ (م ۱۰۹۰ھ/۱۶۷۹ء) کی امانت (متبرک لباس) کو پہنا اور جو کچھ اس میں مجھے کہا گیا تھا وہ میں سمجھ گیا تو اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اخلاصِ عبودیت کا شوق ڈال دیا لہٰذا میں لوگوں سے اس کے متعلق دریافت کرتا رہتا۔ جس بزرگ کا ذکر سنتا، پاس جا کر انھیں پیر بنا لیتا۔ حسبِ ارشاد ورد وظیفہ پڑھتا لیکن کچھ مدت گزرنے پر جب مزید ترقی نہ پاتا تو انھیں چھوڑ کر کسی اور کے ہاں چلا جاتا۔ اس طرح جب ان کے ہاں بھی مزید معرفت نہ پاتا تو انھیں بھی چھوڑ دیتا۔ اس انداز سے میں سن ۱۱۰۹ ہجری سے لے کر ۱۱۲۱ ہجری تک مارا مارا پھرتا رہا۔ ہر جمعۃ المبارک کی رات حضرت علی بن حرزہمؒ کے مزارِ مبارک پر لوگوں کے ساتھ مل کر قصیدہ بردہ ختم کیا کرتا تھا۔ جمعہ کی ایک رات حسبِ معمول بردہ شریف ختم کر کے مزار سے نکل ہی رہا تھا کہ ایک شخص کو مزار مبارک کے پاس والے بیری کے درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے پایا۔ انھوں نے ملتے ہی میرے دل کی باتیں بتانی شروع کر دیں۔ میں سمجھ گیا کہ یہ ضرور کوئی ولی اللہ اور عارف باللہ

ہے۔ حقیقت میں وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے جنھوں نے اس وقت طریقت میں میری رہنمائی فرمائی ہے[۱]۔

مولانا شاہ گل حسن قادری خلیفۂ اعظم حضرت غوث علی شاہ قلندر قادری پانی پتی ؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت پیر و مرشد حضرت غوث علی شاہ صاحب سے بیعت کے لئے اصرار کیا تو فرمایا کہ قصیدہ بردہ شریف حفظ کرلو۔ جب حفظ کرلیا تو اس کی ترکیب ارشاد فرمائی۔ حسب ارشاد رات کو پڑھ کر سو رہا۔ خواب میں دیکھا کہ جناب رسول الثقلین صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم قلندر صاحبؒ کی مسجد میں نمازِ عصر پڑھا رہے ہیں میں وضو کرکے شریک جماعت ہوگیا۔ بعدِ سلام قدم بوس ہوا۔ آنحضرتؐ نے قرآن شریف کا آخری پارہ عنایت فرمایا۔ بیدار ہوا تو یہ کیفیت حضرت قبلہ سے عرض کی فرمایا آج پھر پڑھو۔ پھر پڑھا رات کو خواب میں دیکھا کہ آنحضورؐ مسجد مذکور میں نمازِ فجر پڑھاتے ہیں میں بھی وضو کرکے شامل ہوا اور بعد سلام آپ نے تمام قرآن اول تا آخر عنایت فرمایا۔ بعد بیداری یہ خواب بھی حضرت قبلہ سے عرض کیا حکم ہوا کہ آج پھر پڑھو۔ جب پڑھ کر سویا تو دیکھتا ہوں کہ جناب رسول خداؐ کے فراق میں دریا صحرا اور کوہ و بیاباں طے کرتا ہوا ایک ریگستان میں پہنچا ہوں اور بے ہوش ہوکر گر پڑا ہوں۔ ریت پر پڑا تڑپتا ہوں کہ محبوب کبریا محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم ایک جماعتِ کثیر کے ساتھ تشریف لائے ہیں۔ میرے سر کو اٹھا کر اپنے زانوئے مبارک پر رکھا اور ردائے مبارک (بردہ شریف) سے میرے چہرے کا گرد و غبار صاف فرمایا۔ میں ہوش میں آیا تو آنحضورؐ کے روئے منور پر نظر پڑی۔ میں نے رو کر عرض کی یا رسول اللہ میری فریاد رسی فرمائیے۔ اس کے جواب میں حضورؐ نے ارشاد فرمایا بیٹا! گھبرا مت۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل و کرم کرے گا اور تیرے سارے مقصد پورے ہوکر رہیں گے۔ خاطر جمع رکھو۔

---

۱ :۔ ترجمہ الابریز (خزینۂ معارف) ج ۱ ص ۱۰-۱۱

بیقراری مت کرو۔ ابھی وقت نہیں آیا۔ تھوڑے عرصہ بعد منزل مقصود کو پہنچ جائے گا۔
اس کے بعد میری آنکھ کھلی تو اس وقت عجیب کیفیت طاری تھی کہ جو الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتی۔ سارا واقعہ حضرت قبلہ سے عرض کیا تو فرمایا تم کو مبارک ہو اور بہت بہت مبارک ہو۔ یہ حال تو خود ہم پر بھی نہیں گزرا تھا کہ جو تم پر گزرا ہے۔ تم کو حج نصیب ہوگا اور راہ طیبہ میں تم انھیں آنکھوں سے زیارتِ رسول گروگے اور یہ وارداتِ خواب بیداری میں تم پر گزرے گی[1]

۵۔ غنا اور دولت استغنار

بُردہ شریف کے وظیفے کی مداومت سے مال و دولت میں برکت پیدا ہوتی ہے اور ناداری دور ہو جاتی ہے کیونکہ بابرکت ذات کا ذکرِ خیر بھی موجب خیر و برکت ہوتا ہے۔ قصیدہ بردہ اس ذات بابرکات کا تذکرۂ جمیل ہے کہ جب وہ پیدا ہوئے تو انوار و تجلیات اور خیرات و برکات کی اس قدر زیادہ بارش ہوئی کہ عربوں نے اس ولادت باسعادت والے سال کا نام ہی سنۃ الفتح والابتہاج (فراخی اور شادمانی کا سال) رکھ دیا[2] اس سراپا خیر و برکت ذات کے حالات، کمالات اور معجزات کے تذکرے کی برکت سے فراخیٔ رزق اور غنارِ ظاہرہ کے ساتھ باطنی غنا کی دولت بے پایاں میّسر آجاتی ہے۔ مزید براں یہ غنا اور استغنار جو رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے میں حاصل ہوتی ہے وہ ازرہ فضل و کرم ہوتی ہے اور لازوال ہوتی ہے۔ امام بوصیریؒ نے خود فرمایا ہے اور بالکل بجا فرمایا ہے:

---

[1] ۔ تذکرۂ غوثیہ ص ۴۲۳۔۴۲۴

[2] ۔ ملاحظہ ہو ماثبت بالسنہ ص ۲۳۵

وَلَنْ یَّفُوْتَ الْغِنٰی مِنْہُ یَدًا تَرِبَتْ
اِنَّ الْحَیَاءَ یُنْبِتُ الْاَزْھَارَ فِی الْاَکَمِ

ترجمہ، دستِ مفلس سے وہ دولتِ غنا کبھی ضائع نہ ہوگی کہ جو اس نے ذاتِ بابرکات ؐ سے پائی ہو۔ بلاشبہ جب رحمت کے بادل برستے ہیں تو (عام زمین تو ایک طرف رہی) بلند و بالا ٹیلے بھی گل و گلزار بن جایا کرتے ہیں۔

یاد رہے کہ یہ غنائے نفس، دولتِ ظاہرہ سے زیادہ گرانقدر ہے کیونکہ اس کے ہوتے ہوئے انسان شکوہِ سکندری کو بھی پرِکاہ نہیں سمجھتا۔

۶۔ یُمن و سعادت اور امن و عافیت

حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خیرِ مجسّم اور سراپا رحمت بن کر اس دنیا میں تشریف لائے تھے۔ ان کے وجود باجود کے طفیل اللہ تعالیٰ نے وہ عذاب یکسر بند کر دیئے کہ جو پہلی امتوں کا مقدر بن چکے تھے۔ اس رحمت للعالمین کے ذکرِ مبارک میں بھی یہ برکت ہے کہ اس کے ذریعے افکار و آلام دور ہو جاتے ہیں اور ہر طرح کا چین اور سکون میسر آجاتا ہے ذاتِ اقدس ؐ کی مدحت و نعت کا یہ پیکرِ جمیل بھی ہمارے لئے سرچشمۂ یمن و سعادت اور ضامنِ امن و عافیت ہے۔ اس برکتِ قرأت سے دکھ درد دُور اور کافور ہو جاتے ہیں۔ مطلعِ قصیدہ کے ابتدار (اَمِنْ تَذَکُّرِ) سے اَمِنْتَ (تو امن میں آگیا) کا لفظ پیدا ہوتا ہے جو بذاتِ خود فالِ حسن اور اعلانِ امن و عافیت ہے۔ اسی طرح تذکرۂ ذی سلم میں سلامتی کی نوید جانفزا ہے۔ مزید براں آغاز کی طرح اختتامِ قصیدہ پر بھی فالِ حسن کا اہتمام ہے جہاں حدی خواں کے نغمات سے طرب و انبساط میں لانے کا تذکرہ موجود ہے۔ گویا وہاں بھی مژدۂ عیش و نشاط جلوہ گر ہے۔

آغاز و اختتام پر یہ حسنِ تفاؤل حسنِ اتفاق سمجھا جائے یا شاعر کی شعوری کوشش؛

بہر حال اس خوبی نے قصیدے کو امن و سلامتی کی تمہید اور نجاتِ اُخروی کی نوید بنا دیا ہے۔

مفتی خرپوتیؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص ہر جمعہ کی رات کو مغرب اور عشاء کے درمیان یہ قصیدہ شرائط قرأت کی رعایت رکھ کر پڑھا کرے گا تو بفضلِ خدا وہ مرتے وقت حالتِ ایمان و اسلام پر ہی وفات پائے گا۔[1]

۷۔ قیدِ اعداء سے نجات

مولانا سعد اللہ بن مولانا ابراہیم جامع ملتانیؒ کا یہ واقعہ تاریخ فرشتہ میں ان کی اپنی زبانی اس طرح مرقوم ہے کہ جب سلطان حسین حاکم سندھ نے ملتان پر حملہ کر کے شہر فتح کر لیا تو میں اپنے والد کے ہاں گھر پر موجود تھا۔ فوج نے لوٹ مار کی، ہمارا گھر بھی زد میں آگیا۔ اہل لشکر نے بہت سوں کو قید کر لیا۔ مجھے اور میرے والد کو بھی گرفتار کر کے لے گئے اور وزیر کے سامنے پیش کیا۔ وہ میرے متعلق کوئی حکم صادر کرنے لگا تو میں نے مؤدبانہ طور پر یہ گذارش کی کہ از رہِ کرم اتنا احسان ضرور کیجئے کہ جو حکم لکھنا ہو وہ وضو کر کے لکھیئے۔ میرے کہنے پر وزیر وضو کرنے بیٹھ گیا اور میں نے موقع پا کر ایک کاغذ لیا اور اس پر قصیدہ بُردہ شریف کا یہ شعر لکھ دیا:

فَمَا لِعَيْنَيْكَ اِنْ قُلْتَ اكْفُفَا هَمَتَا
وَمَا لِقَلْبِكَ اِنْ قُلْتَ اسْتَفِقْ يَهِمِ

شعر لکھ کر میں اپنی جگہ پر آبیٹھا۔ وزیر صاحب وضو کر کے اپنی نشست گاہ پر پہنچے تو ان کی نگاہ اس شعر پر پڑی، شعر پڑھتے ہی میری طرف متوجہ ہوئے۔ میرا نام دریافت کیا تو میں

---

[1] عصیدۃ الشہدہ ص ۵

نے اپنا نام مع ولدیت بتا دیا۔ میرے والد کا نام سن کر وفعتہً میرے پاس آئے اور مجھے رہا کر دیا۔ چونکہ میرے بدن پر قمیض نہیں تھی لہٰذا اپنی قمیص اتار کر مجھے پہنائی اور خود اور پہن لی۔ پھر بادشاہ کے حضور لے جا کر میرا اور میرے والد کا اچھے الفاظ میں تعارف کرایا۔ اس طرح (اس شعر بردہ کی بدولت) ہم دونوں کو رہائی نصیب ہوئی۔ یہ واقعہ ۹۳۲ھ کا ہے[1]

۸۔ حصولِ حاجات و ردِّ بلیات

ابتلا و آزمائش میں قصیدہ بردہ کا ورد جان و مال کی حفاظت کا باعث بنتا ہے اور انسان کو پریشانیوں سے نجات دلاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب بھی عالم اسلام پر کوئی افتاد پڑی ہے تو علماء و مشایخ نے اس قصیدے کے ورد کا سہارا لیا ہے اور اللہ کی مہربانی سے ان کی مشکلات دور ہو گئی ہیں۔

مولانا محمد عبد المالک کھوڑوی فرماتے ہیں میں نے بارہا آزمایا ہے اور حصولِ حاجات اور دفع مصائب کے لئے اس قصیدے کو تیر بہدف پایا ہے[2]

ملا عبد القادر بدایونیؒ جو اپنی حق گوئی میں ہمیشہ تیغ بے نیام کی طرح رہے ہیں، اپنی ایک ابتلاء و آزمائش میں قصیدہ بردہ کی تاثیر و برکت کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ماہ ذی الحجہ ۹۹۹ھ کو اکبر بادشاہ کے حکم سے میں بدایوں سے حاضر لشکر ہوا۔ بھنبر کی منزل پر حکیم ہمام نے معروض پیش کی کہ عبد القادر کورنش بجا لانے کی اجازت چاہتا ہے بادشاہ نے دریافت کیا کہ وہ وعدے کے خلاف کس قدر عرصہ غیر حاضر رہا ہے۔ حکیم صاحب نے

---

[1]:۔ ترجمہ نزہتہ الخواطر، ج ۴ ص ۲۲، ۲۳

[2]:۔ حسن الجردہ ص ۴

جواب دیا کہ قریب قریب پانچ ماہ لیکن وجہ یہ تھی کہ بیماری کی وجہ سے حاضر نہیں ہوا۔ ساتھ تصدیق کی خاطر حکیم عین الملک کا تصدیقی عریضہ اور اکابرِ بدایوں کا محضر بھی پیش کر دیا مگر بادشاہ کا کہنا یہ تھا کہ بیماری اس قدر طویل ہو ہی نہیں سکتی لہٰذا اذنِ باریابی عطا نہ ہوا۔ میں بہت شرمسار اور غمزدہ ہو کر شاہزادہ دانیال کے لشکر میں ٹھہرا رہا جسے قلعہ رہتاس میں متعین کیا گیا تھا۔ اس دوران میں، میں نے ذاتِ اقدس ؐ پر درود شریف پڑھ پڑھ کر اور قصیدۂ بردہ کا ورد کر کے خدا سے گڑگڑا کر دعائیں مانگیں جو بالآخر قبول ہوئیں۔ میرے پہنچنے کے پانچ ماہ بعد جب لشکر کشمیر سے لاہور پہنچا تو بادشاہ نے مجھے عنایاتِ خسروانہ سے نوازا۔ خلوتِ شاہی میں کتاب جامع رشیدی کا ترجمہ کرنے کے لئے میر نظام الدین احمد کے ساتھ میرا نام از خود تجویز فرمایا۔ ۱۷ ربیع الآخر کو اذنِ باریابی ملا۔ حاضر ہوا اور بادشاہ نے بڑی مہربانی کا اظہار کیا۔ اس طرح بڑی آسانی سے بادشاہ کی ناراضی، رضا میں بدل گئی[1]

۹۔ بینائی کی بازیافت

بردہ ہر بیماری مثلاً صرع، جنوں، برص اور فالج وغیرہ کے لئے بمنزلہ دوا اور شفا ہے اور صاحب ما زاغ سے بسبت خاص اور اپنے انوار و تجلیات کی بدولت امراضِ چشم کے لئے بطورِ خاص نسخۂ شفا ہے۔ گویا یہ قصیدہ معنوی اعتبار سے بصیرت افروز ہونے کے ساتھ ساتھ حسی اعتبار سے بھی بصارت افزا واقع ہوا ہے۔ بزرگانِ دین کے تجربات اور مشاہدات کی روشنی میں بردہ شریف امراضِ چشم میں کسی حد تک وہی کام کرتا ہے کہ جو قمیصِ یوسفؑ نے دیدۂ یعقوبؑ کے لئے کیا تھا۔ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ سعد الدین فارقیؒ نے رمدِ چشم میں نسخۂ بردہ کو آنکھوں پر جگہ دی تو ان کی بیماری جاتی رہی۔ اس ضمن

---

[1] ترجمہ منتخب التواریخ، ج ۲ ص ۵۴۶

ہیں ایسے چشم دید واقعات کی بھی کمی نہیں کہ اشعار بُردہ کی برکت سے بینائی لوٹ آئی مثلاً میرے استاذ ڈاکٹر رانا احسان الٰہی ایم اے، پی۔ ایچ ڈی سابق صدر شعبۂ عربی پنجاب یونیورسٹی لاہور بیان کرتے ہیں کہ پیر محمد حسین نقشبندی پسروری سیالکوٹیؒ کی بینائی معدوم ہوگئی تو انھوں نے قصیدہ بُردہ پڑھ کر دم کرنے کی فرمائش کی چند روز یہ عمل کیا گیا اور ان کی بینائی واپس آگئی۔

مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے جامع مکتوبات کا بیان ہے کہ مولانا حاجی حبیب الرحمٰن سیوہاروی کی نواسی کی بینائی جاتی رہی۔ اس پر مولانا سیوہاروی نے حضرت مدنیؒ کو دعا کے لئے لکھا تو انھوں نے یہ عمل تحریر فرمایا۔ فرمودہ ورد پابندی سے پڑھا گیا، اللہ تعالیٰ نے رحم فرمایا اور اس کی بینائی واپس آگئی۔ عمل یہ تھا کہ قصیدہ بُردہ کا یہ شعر (۸۶) روزانہ سات مرتبہ باوضو پڑھ کر مریضہ کی آنکھوں پر دم کر دیا جائے۔

كَمْ أَبْرَأَتْ وَصِبًا بِاللَّمْسِ رَاحَتُهُ

وَأَطْلَقَتْ أَرِبًا مِنْ رِبْقَةِ اللَّمَمِ [۱]

ترجمہ: (خدا جانے) کتنے ایسے مریض ہیں جنھوں نے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے محض دستِ مبارک کے مس کرنے سے شفا پائی اور کتنے ایسے مرضِ جنوں میں گرفتار تھے جنھیں آپ کے ہاتھوں طوقِ جنون سے رہائی نصیب ہوگئی۔

۱۰۔ شرِ جنات سے حفاظت

جنات سارے بُرے نہیں ہوتے۔ انسانوں کی طرح ان میں بھی نیک و بد دونوں طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ انسان ہوں یا جن ہمیں بس بُروں کی برائی سے پناہ مانگنا

۱: مکتوبات شیخ الاسلام ج ۲ ص ۳۱۵

چاہیے۔ جو شخص اس بابرکت قصیدے کو اپنا ورد و وظیفہ بنا لیتا ہے وہ اشرارِ جن وانس کے شر سے اپنے آپ کو حصن حصین میں محفوظ کر لیتا ہے۔

حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رح کے حالات میں لکھا ہے کہ جب حضرت گولڑوی مالیر کوٹلہ تشریف لے گئے تھے تو وہاں ان کے ایک مرید حافظ صاحب تھے جو ایک قبرستان میں جاکر اپنے کچھ وظائف پڑھنے لگے۔ اتنے میں اینٹیں برسنا شروع ہو گئیں۔ جتنا زور و شور سے وہ وظیفہ پڑھتے اتنا زیادہ یہ خشت باری شدت اختیار کرتی جاتی حتیٰ کہ ایک بڑا سا پتھر عین ان کے سر کے پاس آن گرا۔ گھبرا کر انھوں نے وظیفہ بند کر دیا اور بردہ شریف کا ھوالحبیب والا شعر (نمبر ۳۶) پڑھنا شروع کر دیا جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے پتھروں کا برسنا بند کر دیا۔[1]

شعر نمبر ۳۶

سرچشمۂ وظائف

هُوَ الْحَبِيْبُ الَّذِيْ تُرْجٰى شَفَاعَتُهٗ
لِكُلِّ هَوْلٍ مِّنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحِمِ

تریاقِ حاجات

یہ اولین شعر ہے قصیدہ بردہ کے ان خاص اشعار میں سے جن کی برکت سے

---

[1] :- مہر منیر صفحہ ۱۰۹

سے اللہ تعالےٰ دعاؤں کو شرفِ قبول بخشتا ہے۔ المولیٰ ابوسعید خادمیؒ فرمایا کرتے تھے کہ یہ شعر میری ہر حاجت میں تریاق ثابت ہوا ہے[۱]

عمل حل مشکلات

قضاءِ حاجات اور حلِ مشکلات کے لئے بقول مفتی عمر خرپوتیؒ اس کے پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ جس کسی کو کوئی حاجت درپیش ہو تو وہ ایک ہی مجلس میں اس شعر کو ایک ہزار ایک بار پڑھ لے۔ اللہ تعالیٰ ضرور اس کی دعا کو قبول کرے گا اور اس کی حاجت کو پورا کر دے گا[۲]

مولانا ابوالحسنات محمد احمد قادریؒ فرماتے ہیں کہ بہتر یہ ہے کہ اس عمل کے اوّل و آخر میں گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھ لیا جائے۔ مزید اگر ایک مجلس میں پوری مقدار نہ پڑھی جا سکے تو تجربہ یہ ہے کہ جب موقع ملے تو پڑھتا رہے، برکات سے محروم نہیں رہے گا بفضلہٖ تعالیٰ اس کی مراد پوری ہو جاتی ہے[۳]

واقعہ مشکل کشائی

مفتیٔ خرپوتؒ اپنے پیر و مرشد کی زبانی اپنے دادا پیر الحاج عثمان افندی اقشہریؒ کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ وہ ایک معاملے میں پریشان تھے۔ پریشانی دور کرنے اور حصول مقصد کی خاطر انھوں نے مجھے اور میرے دو ساتھیوں کو اپنے گھر بلا کر اس عمل وظیفہ

۱؎ :- عصیدہ الشہدہ صہ ۲۷

۲؎ :- کتاب مذکور صہ ۲۸

۳؎ :- طیب الوردہ صہ ۲۷

کو کرنے کا حکم دیا چنانچہ درمیان میں بات چیت کئے بغیر ایک مجلس میں بیٹھ کر ہم نے ایک ہزار ایک بار یہ شعر بردہ پڑھا۔ بفضلِ خدا تھوڑے دنوں بعد ان کا مقصد حسبِ منشا پورا ہو گیا۔[1]

کشفِ حقائق

یہ شعر مشکلیں حل کرنے اور حاجتیں بر لانے کے ساتھ ساتھ کسی کام کے انجامِ کار کے بارے میں انکشافِ حقیقت کی غرض سے ایک بہترین استخارے کا کام بھی دیتا ہے۔

مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ خلیفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے مجربات میں سے ہے کہ استخارہ کی غرض سے بعد نمازِ تہجد تین سو بار ہر روز گیارہ روز تک یہ شعر پڑھا جائے۔ اگر اس عرصہ میں مطلب پورا نہ ہو تو مزید گیارہ روز پڑھا جائے۔ نماز تہجد میں پڑھنا ممکن نہ ہو تو پھر بعد نمازِ عشاء بھی پڑھا جا سکتا ہے۔ اگر خواب میں جنگ اور پریشانی دکھائی دے تو یہ عمل کرتا رہے۔ اگر پانی مچھلی (یا سبزہ ہریالی) نظر آئے تو یہ علامت کشائش ہے۔[2]

حصولِ شفاعت

حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رح نشاندہی فرماتے ہیں کہ قصیدہ بُردہ شریف کا یہ شعر بارگاہ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں بہت مقبول ہے لہٰذا جو شخص

---

[1]: عصیدہ الشہدہ ص ۲۸

[2]: بیاض یعقوبی ص ۲۳۱

نمازِ فجر کے بعد اسے سات بار صدقِ دل سے پڑھا کرے گا۔ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس کی شفاعت فرمائیں گے۔[۱]
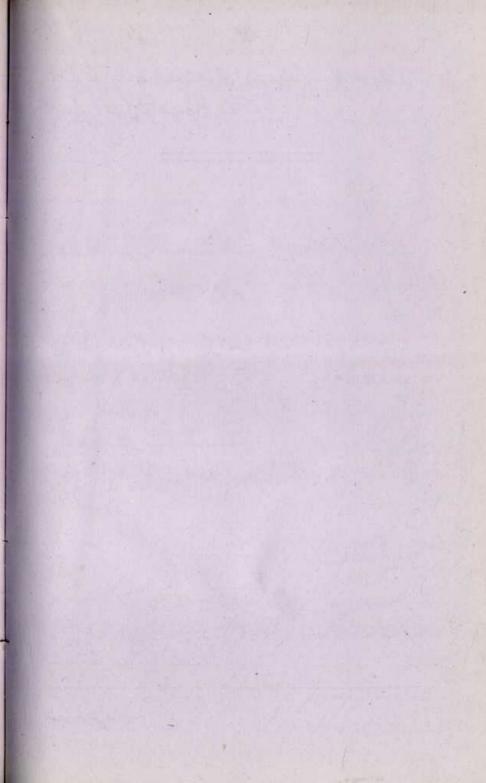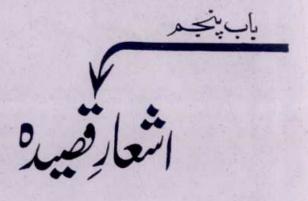
---

۱ :۔ مہرِ منیر صہ ۴۸۳

باب پنجم
اشعارِ قصیدہ

آدابِ قرأتِ قصیدہ

(۱) قصیدہ بغرضِ وظیفہ سات حصوں میں منقسم ہے۔ روزانہ ایک حصہ پڑھنا مطلوب ہے۔

(۲) روزِ جمعہ سے وظیفہ شروع کریں اور ہمیشہ باوضو قبلہ رو بیٹھ کر پڑھا کریں۔

(۳)

افسوس حضرت مولانا سعید شبلی شاذلی کا 1981ء میں انتقال ہو گیا تھا نور اللہ مرقدہ اس لئے قرات قصیدہ بردہ شریف کی غرض سے اجازت کے خواہش مند حضرات سے گذارش ہے کہ وہ مولانا محمد عالم مختار حق صاحب زید مجدہ سے رجوع فرمائیں۔ اور قصیدہ بردہ شریف کے فیوض و برکات سے بہرہ ور ہوں۔

(۴) وظیفہ پڑھنے سے پہلے مَولَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا والا درود شریف ضرور پڑھ لیا کریں۔

(۵) اشعارِ قصیدہ کو نظم کے انداز پر پڑھیں اور صحتِ تلفظ اور استحضارِ معانی کا لحاظ رکھیں۔

(۶) مصرعے کے آخر میں حرف "م" کو اس طرح کھینچ کر پڑھیں کہ حرف "ی" پیدا ہو جائے۔ مثلاً ذی سَلَمٍ اور بِدَمٍ سے ذِی سَلَمِی اور بِدَمِی۔

(۷) اشعار نمبر ۶۴، ۷۱، ۷۵، ۷۷، ۱۳۳ میں حرف "ی" پہلے سے موجود ہے لہٰذا کھینچ کر پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ مثلاً ظُمِی، رُمِی۔

(۸) بعض اشعار بارگاہِ رسالت ؐ میں بہت زیادہ مقبول سمجھے جاتے ہیں۔ انھیں تین تین بار پڑھنا چاہیے۔

(۹) اگر کوئی حاجت ہو تو اشعارِ بُردہ پڑھ کر اور رسولِ پاک ؐ کو وسیلہ بنا کر خداوند قدوس سے دعا مانگنا چاہیے۔

(۱۰) ختمِ قصیدہ پر صاحبِ قصیدہ امام محمد بن سعید بوصیریؒ کو ایصالِ ثواب کرنا چاہیے اور دعاؤں میں امام بوصیریؒ اور جس بزرگ سے اجازتِ قرأت ہو انھیں یاد رکھنا چاہیے۔

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ

وظیفہ بروز جمعۃ المبارک

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ مُنْشِی الْخَلْقِ مِنْ عَدَمٍ ثُمَّ الصَّلٰوۃُ عَلَی الْمُخْتَارِ فِی الْقِدَمِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

۱

اَمِنْ تَذَكُّرِ جِیْرَانٍ بِذِیْ سَلَمٍ

مَزَجْتَ دَمْعًا جَرٰی مِنْ مُّقْلَةٍ بِدَمٖ

۲

اَمْ هَبَّتِ الرِّیْحُ مِنْ تِلْقَآءِ كَاظِمَةٍ

وَاَوْمَضَ الْبَرْقُ فِی الظَّلْمَآءِ مِنْ اِضَمِ

اختلاف روایت : بعض کتابوں میں مصرع ثانی میں د کی جگہ اَوْ بمعنی یا کا

غذ ف ۔

۱- الفصل الاوّل فی عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اشک، ترجمانِ عشق

ترجمہ: کیا تو نے مقامِ ذی سلم کے اڑوس پڑوس میں رہنے والوں (محمد رسول اللہ والذین معہٗ) کی یاد میں اپنے آنسوؤں کو خون آمیز کر لیا ہے جو تیرے حدقۂ چشم سے پیہم رواں ہیں۔

خاصیت: عشقِ مجازی سے نفرت اور عشقِ حقیقی سے رغبت پیدا کرنے کی خاطر طاق تعداد میں اس شعر کا ورد مفید ہے۔

دیارِ حبیبؐ اور ذکرِ حبیبؐ

ترجمہ: یا کاظمہ (مدینہ منورہ) کی جانب سے ہوائے مشکبار چلی ہے اور (جبال مدینہ میں سے) کوہ اضم سے شب تیرہ و تار میں بجلی چمکی ہے۔

خاصیت: بقول شیخ محمد بن عبداللہ قیصریؒ اگر چوپایہ سرکش ہو اور قابو میں نہ آتا ہو تو یہ شعر اور اس سے پہلے والا اور اس کے بعد والا شعر یعنی تینوں شعر شیشے کے کسی برتن
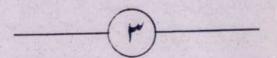
فما لعينيك إن قلت اكففا همتا

وما لقلبك إن قلت استفق يهم

۴

أيحسب الصب أن الحب منكتم

ما بين منسجم منه ومضطرم

میں لکھ کر اور آبِ رواں سے گھول کر اسے پلایا جائے، مطیع ہو جائے گا۔
(عصیدہ الشہدہ ص ۱۲)

بے قراریٔ دل اور اشک: ثبوتِ محبت و عشق

ترجمہ: پس اگر یہ عشق نہیں تو پھر، تیری دونوں آنکھوں کو کیا ہوا ہے کہ تو انھیں اشکباری سے رک جانے کے لئے کہتا ہے تو وہ زیادہ آنسو بہانے لگ جاتی ہیں۔ اور اسی طرح تیرے دل کو کیا ہوا ہے کہ اگر تو اسے کہتا ہے کہ افاقہ حاصل کر، تو وہ بھی اور زیادہ سرگشتۂ خمارِ عشق ہو جاتا ہے۔

خاصیت: بقول مفتی عمر خرپوتی اگر تقریر کرنے اور مافی الضمیر بیان کرنے سے زبان رکتی ہو تو ان تینوں شعروں کا تعویذ ہرن کی جھلی پر لکھ کر بازو پر باندھ لیا جائے تو فصاحتِ لسانی پیدا ہو جاتی ہے۔ (عصیدہ ص ۱۴) مزید براں قیدِ اعداء سے رہائی اور عربی زبان سیکھنے کی غرض سے بھی یہ تعویذ مفید ہے۔

عشق اور مشک

ترجمہ: کیا زار و قطار رونے والا (عاشق) یہ گمان کرتا ہے کہ اس کے اشکِ رواں اور قلبِ بریاں کے درمیان بھی اس کی محبت چھپے رہ جانے والی ہے؟ (نہیں اور ہرگز نہیں)

ع این خیال است و محال است و جنوں!
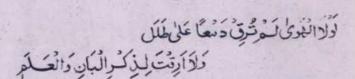
۵

لَوْلَا الْهَوٰى لَمْ تُرِقْ دَمْعًا عَلٰى طَلَلٍ
وَلَا اَرِقْتَ لِذِكْرِ الْبَانِ وَالْعَلَمِ

۶

فَكَيْفَ تُنْكِرُ حُبًّا بَعْدَ مَا شَهِدَتْ
بِهٖ عَلَيْكَ عُدُوْلُ الدَّمْعِ وَالسَّقَمِ

اشکباری اور شب بیداری

ترجمہ: اگر محبت نہ ہوتی تو تو محبوب کے چھوڑے ہوئے مکہ مکرمہ کے نشانات اور کھنڈرات پر ہرگز آنسو نہ بہاتا اور درخت بان (کہ جسے قد محبوب سے مشابہت ہے) اور مخصوص پہاڑ (کوہ اضم) کے محض تذکرے سے تیری نیند نہ اچاٹ ہو جایا کرتی۔

خاصیت: جس شخص کے دل میں حوادث روزگار کی وجہ سے تنگی، تکلیف اور پریشانی ہو، اسے سیب پر یہ شعر الگ الگ حرفوں میں لکھ کر مثلاً ل، و، ل، کھلایا جائے پریشانی دور ہو جاتی ہے (عصیدہ صہ ۱۹) امراض قلب اور بے خوابی میں بھی مفید ہے۔

شاہدانِ عادلان

ترجمہ: پس تو اپنی محبت کا انکار کیسے کر سکتا ہے؟ بعد اس کے کہ تجھ پر تیری محبت کے بارے میں آنسو اور بیماری (بیماریِ دل) کے سچے اور پکے گواہ گواہی دے رہے ہیں۔

خصوصیت: بقول جعفر پاشاؒ اگر کوئی حاجت درپیش ہو تو اس شعر کو تین بار پڑھنا چاہیئے۔ (عصیدہ صہ ۲۰)

۷

وَاَثْبَتَ الْوَجْدُ خَطَّی عَبْرَۃٍ وَّضَنًی
مِثْلَ الْبَهَارِ عَلٰی خَدَّیْكَ وَالْعَنَمِ

۸

نَعَمْ سَرٰی طَیْفُ مَنْ اَهْوٰی فَاَرَّقَنِیْ
وَالْحُبُّ یَعْتَرِضُ اللَّذَّاتِ بِالْاَلَمِ

۹

یَا لَائِمِیْ فِی الْهَوَی الْعُذْرِیِّ مَعْذِرَۃً
مِنِّیْ اِلَیْكَ وَلَوْ اَنْصَفْتَ لَمْ تَلُمِ

دستاویزی ثبوت

ترجمہ: اور دردِ محبت نے اشکِ (گلگوں) اور زردیٔ مرض کے گلنار اور گلِ زرد جیسے دو خط تمھارے دونوں رخساروں پر ثبت کر دیئے ہیں۔

اقرارِ عشق

ترجمہ: ہاں رات مجھے خیال آگیا تھا اس ذات کا کہ جس سے میں محبت کرتا ہوں۔ پس اس نے میری نیند اُڑا دی اور محبت تو دنیاوی لذتوں کے درمیان حائل ہوکر انھیں اندوہ و آلام میں بدل ہی دیا کرتی ہے۔

خاصیت: بقول شیخ ابراہیم باجوریؒ جو شخص بعد نمازِ عشاء سونے سے پہلے اس شعر کو پڑھتا پڑھتا سو جایا کرے تو اُسے زیارتِ رسولؐ نصیب ہوتی ہے۔

قاضی خرپوتیؒ فرماتے ہیں کہ اس شعر کو مینڈک کی دباغت شدہ کھال پر لکھ کر اور گلے میں ڈال کر چور کے سامنے آدمی جائے تو چور از خود اقرار جرم کر لیتا ہے۔ (عصیدہ الشہدہ ص ۲۴۵)

استقامتِ عشق

ترجمہ: اے مجھے عشق پر ملامت کرنے والے میری جانب سے تیرے حضور بنی اعذرا کے عشاق کا سا جواب ہے لہٰذا معذور سمجھ کر معذرت قبول کر لے۔ حق تو یہ ہے کہ اگر تو نے انصاف سے کام لیا ہوتا تو سرے ملامت ہی نہ کرتا۔
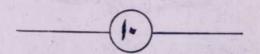
عَدَتْكَ حَالِيَ لَا سِرِّي بِمُسْتَتِرٍ

عَنِ الْوُشَاةِ وَلَا دَائِي بِمُنْحَسِمِ

۱۱

مَحَّضْتَنِي النُّصْحَ لٰكِنْ لَسْتُ أَسْمَعُهُ

إِنَّ الْمُحِبَّ عَنِ الْعُذَّالِ فِي صَمَمِ

۱۲

إِنِّي اتَّهَمْتُ نَصِيحَ الشَّيْبِ فِي عَذَلِي

وَالشَّيْبُ أَبْعَدُ فِي نُصْحٍ عَنِ التُّهَمِ

اختلاف روایت: بعض نسخوں میں عَنِ التُّهَمِ کی جگہ مِنَ التُّهَمِ ہے تاہم معنوں میں کوئی خاص فرق نہیں ہے۔

رازِ عشق، الم نشرح

ترجمہ: میرا حالِ زار بجھ سے تجاوز کر کے دوسروں تک پہنچ چکا ہے۔ اب میرا رازِ محبت باتیں بنانے والوں سے چھپنے والا نہیں۔ دوسری طرف میری بیماریٔ دل بھی زائل ہونے والی نہیں ہے۔

خونبانہ فشانی اور گھلتے رہنا: ہمارا اندازِ عاشقانہ

ترجمہ: تونے تو بے شک خلوص کے ساتھ مجھے نصیحت کی ہے لیکن میں اس پر قطعاً کان نہیں دھر سکتا۔ بے شک عاشق تو ملامت گروں کی ملامت سے بہرا ہی ہوا کرتا ہے۔

خاصیت: بقول شارح خرپوتی یہ شعر گول کاغذ پر لکھ کر پگڑی یا ٹوپی کے نیچے ماتھے سے اوپر رکھ لینے سے دشمن کے شر و فساد اور مکر و فریب سے حفاظت ہو جاتی ہے (عصیدہ ص ۳۰)

ناصحِ پیری: ناصحِ حقیقی

ترجمہ: میں تو بے شک ناصحِ پیری کو بھی اپنی ملامت کے بارے میں موردِ الزام ٹھہرا چکا حالانکہ بڑھاپا تو اپنی پند و نصیحت میں الزام تہمت سے بہت دور ہوا کرتا ہے۔

فَإِنَّ أَمَّارَتِي بِالسُّوءِ مَا اتَّعَظَتْ
مِنْ جَهْلِهَا بِنَذِيرِ الشَّيْبِ وَالْهَرَمِ

۱۴

وَلَا أَعَدَّتْ مِنَ الْفِعْلِ الْجَمِيلِ قِرَى
ضَيْفٍ أَلَمَّ بِرَأْسِي غَيْرَ مُحْتَشَمِ

اختلاف قرأت : غیر مُحْتَشَم ش کی زبر کے ساتھ اسم مفعول ہے جب کہ ش کی زیر کے ساتھ بھی اس کی ایک قرأت ہے اور وہ اسم فاعل کے وزن پر ہے۔

۱۵

لَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ أَنِّي مَا أُوَقِّرُهُ
كَتَمْتُ سِرًّا بَدَا لِي مِنْهُ بِالْكَتَمِ

۲- الفصل الثانی فی منع ھوی النفس

نفسِ اَمّارہ: محلِ ملامت

کیونکہ بلاشبہ مجھے برائی کا حکم دینے والے نفس نے اپنی نادانی سے ڈرانے والے بڑھاپے کی نصیحت کو بھی قبول نہیں کیا (حالانکہ بڑھاپا تمہید موت ہوا کرتا ہے)

مہمانِ عزیز کی بے توقیری

اور میرے نفسِ اَمّارہ نے نیک عملوں کے ساتھ اس مہمانِ عزیز (بڑھاپے) کی ضیافت نہیں کی کہ جو اچانک میرے سر پر آن اترا اور وہ اس طرح گویا بے توقیر ہی رہا۔

وسمہ: وقتی حیلہ

اگر میں پہلے سے جانتا ہوتا کہ اس (مہمانِ عزیز، پیری) کی عزت و توقیر نہیں کر سکوں گا تو اس رازِ پیری کو کہ جو (سفید بالوں کی صورت میں) مجھ پر ظاہر ہو گیا، وسمہ ہی سے چھپا لیتا۔
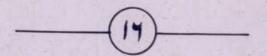
مَنْ لِّیْ بِرَدِّ جِمَاحٍ مِّنْ غَوَایَتِهَا

کَمَا یُرَدُّ جِمَاحُ الْخَیْلِ بِاللُّجُمِ

فَلَا تَرُمْ بِالْمَعَاصِیْ کَسْرَ شَهْوَتِهَا

اِنَّ الطَّعَامَ یُقَوِّیْ شَهْوَةَ النَّهِمِ

وَالنَّفْسُ کَالطِّفْلِ اِنْ تُهْمِلْهُ شَبَّ عَلٰی

حُبِّ الرَّضَاعِ وَاِنْ تَفْطِمْهُ یَنْفَطِمِ

اختلاف قرأت : الرَّضاع رائے زبر یا زیر دونوں کے ساتھ درست ہے ۔

رہوارِ نفس اور شاہسوارِ طریقت

ترجمہ: کون ہے کہ جو نفس امارہ کی پیدا کردہ گمراہی کی سرکشی کو روکنے میں (خدا واسطے) میری دستگیری کرے اور اس کی سرکشی کو اس طرح روک دے جس طرح کہ سرکش گھوڑوں کو لگاموں کے ساتھ روک لیا جاتا ہے۔

خاصیت: تلاشِ مرشد میں سرگرداں شخص کے لئے اس شعر کا ورد مفید مطلب ہے۔

علاجِ نفس: مخالفت نفس

ترجمہ: (اگر خواہش اصلاح نفس ہے تو) تو نفس کی خواہشاتِ بد کو گناہوں سے توڑنے کا ارادہ مت کر کیونکہ پیٹو شخص کے لئے کھانا (کھاتے چلے جانا) بے شک اس کی خواہش طعام کو اور زیادہ قوی کر دیتا ہے۔

سرکشیٔ نفس کا علاج: بروقت فوری احتساب

ترجمہ: اور نفس بچے کی طرح ہے اگر اسے دودھ پینے میں کھلی چھٹی دے دی جائے تو وہ شوقِ شیر خوارگی ہی میں عنفوانِ شباب کو پہنچ جائے گا (مگر دودھ چھوڑنے کا نام نہیں لے گا) اور اگر (ابتدا ہی میں وقت پر اسے دودھ چھڑا دیا جائے تو وہ (یقیناً) دودھ چھوڑ دیتا ہے۔

فاصرف هواها وحاذر ان تولیه

ان الهوی ما تولی یصم او یصم

۲۰

وراعها وهی فی الاعمال سائمة

وان هی استحلت المرعی فلا تسم

۲۱

کم حسنت لذة للمرء قاتلة

من حیث لم یدر ان السم فی الدسم

غلبۂ نفس : ہلاکت ہر کس

ترجمہ : پس تو نفس کو اس کی خواہش سے پھیر دے اور خوب احتیاط کر کہیں تو اسے اپنے اوپر حکمران ہی نہ بنا لے کیونکہ خواہشِ نفس جب کسی پر غلبہ پا لیتی ہے تو موقع پر ہی فی الفور ہلاک کر دیتی ہے یا پھر عیب دار تو ضرور بنا دیتی ہے ۔

نفل و واجب میں حفظِ مراتب

ترجمہ : اور تو اپنے نفس کو پوری نگہداشت رکھ اس حال میں کہ وہ اعمالِ صالحہ میں چرنے والا ہو اور اگر وہ اس چراگاہ (نفلی عبادات) کو خوشگوار اور شیریں سمجھنے لگے تو پھر تو اسے اس میں مت چرنے دے ۔

دسیسۂ نفس : دامِ خوش رنگ

ترجمہ : کتنی بار ایسا ہوا ہے کہ نفس نے ایسی لذتوں کو خوب بنا سنوار کر پیش کیا کہ جو حقیقت میں انسان کے لئے مہلک تھیں ۔ انسان جانتا نہیں ہے مگر ہوتا یہ ہے کہ (بعض اوقات) مرغوب اور مزے دار کھانے میں زہر ملا ہوتا ہے ۔

۲۲

وَاخْشَ الدَّسَائِسَ مِنْ جُوْعٍ وَّمِنْ شِبَعٍ
فَرُبَّ مَخْمَصَةٍ شَرٌّ مِّنَ التُّخَمِ

۲۳

وَاسْتَفْرِغِ الدَّمْعَ مِنْ عَيْنٍ قَدِ امْتَلَأَتْ
مِنَ الْمَحَارِمِ وَالْزَمْ حِمْيَةَ النَّدَمِ

وظیفہ بروز ہفتہ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

۲۴

وَخَالِفِ النَّفْسَ وَالشَّیْطَانَ وَاعْصِهِمَا
وَاِنْ هُمَا مَحَضَاکَ النُّصْحَ فَاتَّهِمِ

نفس کی دسیسہ کاری: لازم ہے ہوشیاری

ترجمہ: اور تو (ہمیشہ) نفس کے پوشیدہ مکر و فریب سے ڈرتا رہ کہ جو بھوک اور شکم سیری کی پیداوار ہے۔ بسا اوقات پیٹ خالی ہونا، سیر شکمی سے بھی زیادہ برا اور بدتر ہوا کرتا ہے۔

اشکِ ندامت اندازِ توبہ و انابت

ترجمہ: اور اپنی آنکھ کو کہ جو نظر بازی کی حرامکاریوں سے پُر ہو چکی ہے خوب آنسو بہا بہا کر پاک صاف کر لے اور پرہیزِ ندامت (توبۃ النصوح) کو لازم پکڑ لے۔

خاصیت: (۱) توبہ کرتے وقت اور مرید ہوتے وقت اس شعر کی کثرت فائدہ مند ثابت [illegible] ہے۔

(۲) دورانِ مطالعہ یا سبق میں کوئی دشواری محسوس ہو یا کوئی بات سمجھ میں نہ آتی ہو تو اس شعر کو ایک سو انیس ۱۱۹ مرتبہ پڑھ لینے سے انکشافِ حقیقت ہو جاتا ہے۔ (عصیدۃ الشہدہ ص۵۲)

مخالفتِ نفس و شیطان: محافظتِ اخلاص و ایمان

ترجمہ: اور نفس امّارہ اور شیطان کی پوری پوری مخالفت کر اور ان دونوں کا کبھی کہنا نہ مان۔ اگر وہ کوئی ایسی نصیحت بھی کریں کہ جو بظاہر مخلصانہ معلوم ہو تو بھی انھیں جھوٹا ہی سمجھ۔

۲۵

وَلَا تُطِعْ مِنْهُمَا خَصْمًا وَّلَا حَكَمًا
فَاَنْتَ تَعْرِفُ كَيْدَ الْخَصْمِ وَالْحَكَمِ

۲۶
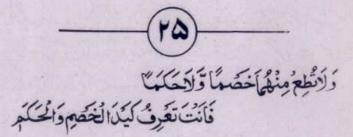
اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ مِنْ قَوْلٍ بِلَا عَمَلٍ
لَقَدْ نَسَبْتُ بِهٖ نَسْلًا لِّذِیْ عُقُمٍ

خاصیت: بقول مولانا عبد المالک کھوڑوی یہ شعر اور اس سے پہلے والا شعر نمازِ جمعہ کے بعد گیارہ مرتبہ پڑھ لینے سے گناہوں سے حفاظت رہتی ہے۔ (حسن الجردہ صہ ۵۰)

نفس اور شیطان: الامان! الامان!!

ترجمہ: اور تو ان دونوں (نفس اور شیطان) کی کسی حال میں بھی اطاعت نہ کر خواہ وہ فریقِ مخالف ہوں یا ثالث بن کر فیصلہ کرنا چاہیں کیونکہ تو ایسے خصم (فریقِ مخالف) اور حَکَم (ثالث) کے مکر و فریب کو جانتا ہی ہے۔

خاصیت: اگر کوئی شخص کسی گناہ کا عادی ہو جائے اور توبہ کرنے پر بھی توبہ کو برقرار نہ رکھ سکے تو چاہیئے کہ یہ شعر اور اس سے پہلے والا شعر نماز جمعہ کے بعد کاغذ پر لکھ کر اور عرق گلاب میں گھول کر پی لے پھر مسجد میں قبلہ رو بیٹھ کر توبہ استغفار کرتا رہے اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود پڑھتا رہے حتیٰ کہ عشاء کی نماز پڑھ کر مسجد سے باہر آئے۔ (عصیدہ صہ ۵۸)

قول بلا عمل: لائقِ توبہ عمل

ترجمہ: میں خداوند تعالےٰ سے طلب بخشش کرتا ہوں اپنے ہر ایسے قول سے جس پر عمل نہ ہو کیونکہ قولِ بلا عمل کہہ کر میں نے بلاشبہ بانجھ عورت کی طرف اولاد کو منسوب کر دیا ہے۔

أَمَرْتُكَ الْخَيْرَ لٰكِنْ مَا ائْتَمَرْتُ بِهٖ
وَمَا اسْتَقَمْتُ فَمَا قَوْلِيْ لَكَ اسْتَقِمِ

٢٨

وَلَا تَزَوَّدْتُ قَبْلَ الْمَوْتِ نَافِلَةً
وَلَمْ أُصَلِّ سِوٰى فَرْضٍ وَّلَمْ أَصُمِ

٢٩

ظَلَمْتُ سُنَّةَ مَنْ أَحْيَى الظَّلَامَ إِلٰى
أَنِ اشْتَكَتْ قَدَمَاهُ الضُّرَّ مِنْ وَّرَمِ

قول بلا عمل: بے اثر و بے محل

ترجمہ: میں نے تمھیں تو نیکی اور بھلائی کرنے کا حکم دیا ہے لیکن (افسوس) خود اس پر عمل پیرا نہیں ہوا۔ جب میں خود راہِ راست پہ نہیں چلتا تو میرا یہ کہنا کہ تو سیدھی راہ چل، آخر کیا اثر کر سکتا ہے۔

ادائیگی فرض ادائیگی قرض: زائد عبادت تقاضائے عبودیت

ترجمہ: اور میں نے مرنے سے پہلے (زندگی میں) عباداتِ نافلہ کا معمولی سا زادِ راہ بھی تیار نہیں کیا اور معمولی نوع کے فرض نماز روزے کے سوا نہ (نفلی) نمازیں پڑھیں اور نہ روزے رکھے۔

۳- الفصل الثالث فی مدح الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تقاضائے محبت: اتباعِ سنت

ترجمہ: (افسوس!) میں نے اس ذاتِ اقدس ﷺ کی سنتِ مبارکہ کو ترک کر دیا کہ جن کا تاریکیٔ شب میں شب زندہ داری کا یہ عالم رہا کہ کثرتِ قیام کی وجہ سے پائے مبارک متورم ہو گئے۔

وَشَدَّ مِنْ شَغَبٍ اَحْشَآءَهٗ وَطَوٰی
تَحْتَ الْحِجَارَةِ كَشْحًا مُّتْرَفَ الْاَدَمِ

۳۱

وَرَاوَدَتْهُ الْجِبَالُ الشُّمُّ مِنْ ذَهَبٍ
عَنْ نَفْسِهٖ فَاَرَاهَا اَيَّمَا شَمَمِ

۳۲

وَاَكَّدَتْ زُهْدَهٗ فِيْهَا ضَرُوْرَتُهٗ
اِنَّ الضَّرُوْرَةَ لَا تَعْدُوْ عَلَى الْعِصَمِ

سنّت خیر الانام : اختیار فقر و اہتمامِ قیام

ترجمہ: اور اس ذات اقدس ؐ نے بھوک کی شدت کی وجہ سے اپنے شکم مبارک کو کس کر باندھا اور اپنے نرم و نازک اور ناز پرورده پہلوئے مبارک پر پتھر باندھ لیا۔

ہمت بے ہمتا اور عزیمت استغنار

ترجمہ: سونے کے بلند و بالا پہاڑوں نے حاضر ہو کر حضور اقدس ؐ کو اپنی طرف مائل اور متوجہ کرنے کی بڑی کوشش کی مگر حضرت والا نے ان کے مقابل اپنی ہمتِ بلند اور کمالِ استغنار کا مظاہرہ فرمایا اور ان کی پیشکش کو شرفِ قبول نہیں بخشا۔

آنِ جُہد اور شانِ زُہد

ترجمہ: اور دنیاوی احتیاج نے حضور پُر نور ؐ کے زہد (متاعِ دنیا سے بے رغبتی) کو اور بھی زیادہ مستحکم کر دیا۔ بلاشبہ ضرورتیں اور حاجتیں عصمتِ انبیائ (معصومین) پر غالب آ ہی نہیں سکتیں۔
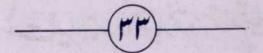
وَكَيْفَ تَدْعُوْ إِلَى الدُّنْيَا ضَرُوْرَةُ مَنْ
لَوْلَاهُ لَمْ تَخْرُجِ الدُّنْيَا مِنَ الْعَدَمِ

۳۴

مُحَمَّدٌ سَيِّدُ الْكَوْنَيْنِ وَالثَّقَلَيْنِ
وَالْفَرِيْقَيْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمِ

ہدایت قرأۃ : مصرع اول کے آخری نون پر وقف نہ کریں بلکہ اگلے مصرعے کو ملاکر پڑھیں کیونکہ یہ نون مصرع ثانی کے وزن میں شامل ہے۔ اس لحاظ سے پہلا مصرع الثقلی پر ختم ہو جاتا ہے اور ن والفریقین سے دوسرا مصرع شروع ہوتا ہے۔

۳۵

نَبِيُّنَا الْآمِرُ النَّاهِيْ فَلَا أَحَدٌ
أَبَرَّ فِيْ قَوْلِ لَا مِنْهُ وَلَا نَعَمِ

دنیا اور ساری کائنات : محتاجِ شاہِ لولاک

ترجمہ : اور ضرورت کس طرح ایسی ذاتِ اقدس کو دنیا کی طرف بلا سکتی تھی
کہ اگر آپ نہ ہوتے تو دنیا (پردۂ) عدم سے عالم وجود میں آئی ہی نہ ہوتی۔

ممدوحِ کائنات اور سرورِ کائنات

ترجمہ : حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام نامی اور اسم گرامی محمدؐ ہے آپ
سردارِ دو جہاں، سیدِ انس وجاں اور سرور اہلِ عرب وعجمیاں ہیں۔
خاصیت : مولانا ابوالحسنات محمد احمد قادریؒ فرماتے ہیں کہ یہ شعر ہر طرح کے
آسیب زدہ پر پڑھ کر دم کریں اور چینی کے برتن پر لکھ کر پلائیں تو چند روز میں شفا ہو جاتی
ہے۔ اس کا تعویز لکھ کر گلے میں باندھا جا سکتا ہے۔ (طیب الوردہ صد ۳۰)

آمر و ناہی : تا بہ ابد شاہی

ترجمہ : ہمارے بلند مرتبت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (نیکیوں کا) حکم دینے
والے اور (برائیوں سے) روکنے والے ہیں۔ پس کوئی شخص بھی آپ سے
بڑھ کر نہ اور ہاں کہنے (مامورات ومنہیات) میں راست بیاں نہیں۔

۳۶

هُوَ الْحَبِيْبُ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتُهٗ
لِکُلِّ هَوْلٍ مِّنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحِمٖ

ہدایت قرأت : یہ شعر خدا اور اس کے رسولؐ کی بارگاہوں میں مقبول ترین سمجھا جاتا ہے لہٰذا طاق مقدار میں اسے کئی بار پڑھنا چاہیے۔

۳۷

دَعَا اِلَی اللّٰهِ فَالْمُسْتَمْسِکُوْنَ بِهٖ
مُسْتَمْسِکُوْنَ بِحَبْلٍ غَیْرِ مُنْفَصِمٖ

۳۸

فَاقَ النَّبِیّٖنَ فِیْ خَلْقٍ وَّ فِیْ خُلُقٍ
وَلَمْ یُدَانُوْهُ فِیْ عِلْمٍ وَّ لَا کَرَمٖ

ہدایت قرات : یہ شعر بارگاہ نبوت میں مقبول ہے۔ اسے طاق تعداد

حبیبنا وحبیب رب العالمین ؛ شفیعنا وسیلتنا فی الدارین

ترجمہ: آپ (خدائے پاک کے) حبیب پاک ہیں کہ جن سے (دنیا وآخرت کے) ایسے تمام خطرات ومصائب میں امید شفاعت کی جاتی ہے کہ جن میں انسان کو زبردستی جھونک دیا جاتا ہے۔

خاصیت: یہ شعر اور اس سے پہلے والے دو شعر پڑھتے رہنا آفات وبلیات سے حفاظت کے ضامن ہیں۔ اس شعر کے خواص کے بارے میں دیکھیں۔

داعیٔ حق اور وسیلۂ برحق

ترجمہ: آپ نے لوگوں کو خدا کی طرف دعوت دی۔ پس جن لوگوں نے حضور اقدس کے دامانِ رحمت سے وابستگی اختیار کر لی تو وہ ایسی (خدا رسا) رسی کو پکڑنے والے ہیں کہ جو کبھی ٹوٹنے والی نہیں۔

خاصیت: اس شعر کا نمازوں کے بعد وظیفہ سلامتی ایمان اور امن وعافیت کا باعث ہے

نہ تیرا کوئی مقابل نہ مماثل نہ بدل

ترجمہ: حضور پاکؐ حسنِ صورت ہو یا حسنِ سیرت، سارے پیغمبروں پر اس وصف میں فوقیت لے گئے ہیں اور کوئی بھی علم ومعرفت اور عطا وبخشش میں ان کا ہمسر یا قریب تر نہیں ہے۔

میں کئی بار پڑھنا چاہیے۔ (عصیدہ صہ ۸۱)

۳۹

وَكُلُّهُمْ مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ مُلْتَمِسٌ
غَرْفًا مِّنَ الْبَحْرِ اَوْ رَشْفًا مِّنَ الدِّيَمِ

ہدایت قرأت: حسب سابق (عصیدہ صہ ۸۳)

۴۰

وَوَاقِفُوْنَ لَدَيْهِ عِنْدَ حَدِّهِمِ
مِنْ نُّقْطَةِ الْعِلْمِ اَوْ مِنْ شَكْلَةِ الْحِكَمِ

۴۱

فَهُوَ الَّذِيْ تَمَّ مَعْنَاهُ وَصُوْرَتُهٗ
ثُمَّ اصْطَفَاهُ حَبِيْبًا بَارِئُ النَّسَمِ

خاصیت: اس شعر سے لے کر شعر نمبر ۴۶ تک کا ورد غیر مسلموں سے مناظرے کے موقعے پر مفید ہے۔

انبیا ہوں یا کہ مرسلین : نورِ محمدی کے سبھی خوشہ چیں

ترجمہ: سارے کے سارے پیغمبر رسول پاکؐ کے (علم و معرفت کے) بحرِ بیکراں سے بقدر ایک چلّو اور (جود و سخا کی) بارانِ بسیار سے بقدر ایک چسکی کے ملتمس ہیں۔

حضور کتابِ علم و حکمہ : انبیا ہیں اعراب و نقطہ

ترجمہ: اور سارے پیغمبر آنحضورؐ کے حضور میں اپنے اپنے مقام و مرتبے پر کھڑے ہیں اور وہ سب آپ کی کتابِ علم میں سے ایک نقطے اور کتابِ حکم کے اعراب کی سی حیثیت رکھتے ہیں۔

کمالات میں معراجِ کمال اور محبوبِ ربِّ ذی الجلال

ترجمہ: آپ وہ ذاتِ اقدسؐ ہیں کہ جن کے ظاہری اور باطنی کمالات، معراجِ کمال کو پہنچے ہوئے ہیں لہٰذا مزید براں پھر خالقِ ارواح نے آپ کو اپنا حبیب چن کر مقامِ محبوبیت سے بھی نواز دیا۔

مُنَزَّہٌ عَنْ شَرِیْكٍ فِی مَحَاسِنِہٖ
فَجَوْهَرُ الْحُسْنِ فِیْهِ غَیْرُ مُنْقَسِمِ

۴۳

دَعْ مَا ادَّعَتْهُ النَّصَارٰی فِی نَبِیِّهِمِ
وَاحْكُمْ بِمَا شِئْتَ مَدْحًا فِیْهِ وَاحْتَكِمِ

۴۴

فَانْسُبْ اِلٰی ذَاتِهٖ مَا شِئْتَ مِنْ شَرَفٍ
وَانْسُبْ اِلٰی قَدْرِهٖ مَا شِئْتَ مِنْ عِظَمِ

اختلافِ روایت : بعض نسخوں میں پہلے مصرعے میں بھی فانسب کی جگہ وانسب آیا ہے۔

ؔ پرتوِ حسنِ ذات از تو   یک شمہ بہ دیگراں رسیدہ

ترجمہ: آپ جن ظاہری اور باطنی خوبیوں کے مالک ہیں، ان میں آپ اس عیب سے یکسر پاک ہیں کہ کوئی بالذات آپ کا شریک ہو۔ پس جوہر حسن جو ذاتِ پاک میں موجود ہے وہ ایسا جوہر ہے کہ جو شرمندۂ تقسیم نہیں ہونے والا۔

الوہیّت و نبوت میں حفظِ مراتب

ترجمہ: نصاریٰ (عیسائیوں) نے اپنے نبی (حضرت عیسیٰؑ) کے بارے میں جو کچھ دعویٰ (الوہیت) کیا ہے، وہ چھوڑ دو۔ باقی جو کچھ تمہارا جی چاہے مدحتِ پیغمبر کرتے ہوئے بیان کیا کرو اور پورے یقین و اذعان کے ساتھ خوب خوب مدح سرائی کیا کرو۔

ع   بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

ترجمہ: پس ذاتِ اقدس ؐ سے جس بھی بزرگی کو تیرا جی چاہے، نسبت دے دے اور جن جن عظمتوں کو چاہے حضرتِ والاؐ کے بلند مرتبہ سے منسوب کرلے۔

فَاِنَّ فَضْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ لَيْسَ لَهٗ
حَدٌّ فَيُعْرِبُ عَنْهُ نَاطِقٌ بِفَمٖ

۴۶

لَوْ نَاسَبَتْ قَدْرَهٗ اٰيَاتُهٗ عِظَمًا
اَحْيٰى اسْمُهٗ حِيْنَ يُدْعٰى دَارِسَ الرِّمَمٖ

وظیفہ اتوار

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا ۔۔۔ عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمٖ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۴۷

لَمْ يَمْتَحِنَّا بِمَا تَعْيَى الْعُقُوْلُ بِهٖ
حِرْصًا عَلَيْنَا فَلَمْ نَرْتَبْ وَلَمْ نَهِمٖ

نہ جنبش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں تشنہ و مستسقی میرد و دریا ہمچناں باقی

ترجمہ: کیونکہ بے شک سرکار رسالت مآبؐ کے فضل و فضیلت (بزرگی مرتبہ) کی کوئی حد و نہایت ہی نہیں کہ کوئی بولنے والا اپنی زبان (فصاحت بیاں) سے بیان کر سکے۔

مقامِ مصطفےٰ برتر از مقامِ مسیحا

ترجمہ: اگر حضور اقدسؐ کے معجزات (کلام اللہ کے علاوہ) عظمت و جلالتِ قدر میں آنحضورؐ کے مقام و مرتبہ کے ہمسر اور مطابق ہوتے تو (بعد از وصال) جب بھی نامِ مبارک لیا جاتا تو وہ نام (بحکمِ خدا) بوسیدہ ہڈیوں کو بھی زندہ کر دیا کرتا۔

خاصیت: بقول شیخ قیصریؒ اس شعر کی تاثیر یہ ہے کہ قریبِ مرگ مریض پر پڑھا جائے تو وہ شفایاب ہو جاتا ہے اور اگر اس کا وقت پورا ہو چکا ہو تو سکراتِ موت میں آسانی رہتی ہے۔ (عقیدہ صہ ۹۳)

حقیقتِ محمدیہ مشکل اور تعلیماتِ محمدیہ سہل

ترجمہ: (از رہِ شفقت) حضور پاکؐ نے ہمیں ایسی چیزوں سے نہیں آزمایا کہ جن کے سمجھنے سے ہماری عقلیں درماندہ ہو جائیں۔ لہٰذا نہ تو ہم شک و ارتیاب میں پڑے اور نہ کسی وہم و گماں کا شکار ہوئے۔

أَعْيَ الوَرٰى فَهْمُ مَعْنَاهُ فَلَيْسَ يُرٰى

لِلْقُرْبِ وَالْبُعْدِ مِنْهُ غَيْرُ مُنْفَحِمِ

اختلافِ قرات : بعض نسخوں میں منہ کی جگہ فیہ یا منھم ہے۔

۴۹

كَالشَّمْسِ تَظْهَرُ لِلْعَيْنَيْنِ مِنْ بُعُدٍ

صَغِيرَةً وَّتُكِلُّ الطَّرْفَ مِنْ أَمَمِ

۵۰

وَكَيْفَ يُدْرِكُ فِي الدُّنْيَا حَقِيقَتَهُ

قَوْمٌ نِيَامٌ تَسَلَّوْا عَنْهُ بِالْحُلُمِ

اختلاف قرات : اُمَم الف کے پیش کے ساتھ بھی قرات ہے۔

کمالاتِ محمدیہ؛ معجزاتِ نبویہ

ترجمہ: حضور پاکؐ کے (ظاہری اور) باطنی کمالات کے فہم و ادراک نے ساری خلقت کو عاجز کر دیا ہے پس نہیں دیکھا جاتا۔ بجز اس کے کہ قریب کے لوگ ہوں یا بعید کے وہ ذاتِ اقدسؐ کے باب میں سب کے سب عاجز و ساکت ہیں۔

مہرِ تاباں؛ عیاں و پنہاں

ترجمہ: حضور انورؐ آفتاب کی مانند ہیں کہ جو آنکھوں کو دور سے (بظاہر) چھوٹا سا دکھائی دیتا ہے اور قریب سے (بوجہ شدت تمازت و نورانیت) آنکھ درماندہ اور عاجز ہو کر رہ جاتی ہے۔

خواب و خیال کی دنیا اور معرفتِ حقیقتِ محمدیہؐ

ترجمہ: اور وہ لوگ کہ جو محوِ خواب ہیں اور حضور اقدسؐ کے بارے میں خواب و خیال پر قانع ہیں وہ اس دنیائے آب و گل میں آپ کی حقیقت کا ادراک کیسے کر سکتے ہیں؟

فَمَبْلَغُ الْعِلْمِ فِيْهِ اَنَّهٗ بَشَرٌ
وَاَنَّهٗ خَيْرُ خَلْقِ اللّٰهِ كُلِّهِمِ

۵۲

وَكُلُّ اٰيٍ اَتَى الرُّسْلُ الْكِرَامُ بِهَا
فَاِنَّمَا اتَّصَلَتْ مِنْ نُّوْرِهٖ بِهِمِ

فائدہ: الرسُل کی سین پر جزم و سکون وزن اور ضرورت شعری کی وجہ سے ہے۔ ورنہ پیش ہونا چاہیے تھا۔

۵۳

فَاِنَّهٗ شَمْسُ فَضْلٍ هُمْ كَوَاكِبُهَا
يُظْهِرْنَ اَنْوَارَهَا لِلنَّاسِ فِي الظُّلَمِ

خیر البشر اور خیر خلقِ اللہ

ترجمہ : (حقیقتِ محمدیہ سے آگاہی دنیا میں ممکن ہی نہیں یہاں تو) علم کی رسائی بس یہی ہے کہ آپ بلاشبہ عظیم القدر بشر ہیں اور ساری خلقِ خدا (بشمول ملائکہ مقربین) سب سے بہتر، برتر اور افضل ہیں ۔

فیضانِ نورِ محمدی

ترجمہ : اور سارے معجزے جو انبیائے کرام علیہم السلام لائے ہیں وہ سب کے سب انھیں حضور پُر نور کے نور کی بدولت میسر آئے ہیں ۔

؎ تو ہے خورشید تیرے سامنے انجم ہیں نبی
تو ہے شمسیہ تصور میں تو سب ہیں قطبی (محسن)

ترجمہ : کیونکہ بے شک حضور انور آفتابِ کمال ہیں اور سارے پیغمبر اس مہرِ منیر کے روشن بڑے بڑے ستارے ہیں کہ جو (نورِ محمدی سے کسب ضیا کر کے) لوگوں کے لئے (جہالت و ضلالت کے) اندھیروں میں اپنے انوار ظاہر کرتے رہے ہیں ۔

حَتّٰی اِذا طَلَعتَ فِی الکَونِ عَمَّ هُدا

ها العالَمِینَ وَاَحیَتْ سائِرَ الاُمَمِ

<u>اختلاف روایت</u> : یہ شعر الحاقی سمجھا جاتا ہے لہٰذا شرح خرپوتی میں موجود نہیں ہے۔

۵۵

اَکرِمْ بِخَلقِ نَبِیٍّ زانَهُ خُلُقٌ

بِالحُسنِ مُشتَمِلٍ بِالبِشرِ مُتَّسِمِ

۵۶

کَالزَّهرِ فِی تَرَفٍ وَالبَدرِ فِی شَرَفٍ

وَالبَحرِ فِی کَرَمٍ وَالدَّهرِ فِی هِمَمِ

آفتابِ ہدایت کا طلوع اور اممِ جہاں کی حیاتِ نو

ترجمہ: یہاں تک کہ جب آفتابِ نبوت (فاران کی چوٹیوں سے) طلوع ہوا تو اس کا نورِ ہدایت سارے دنیا جہاں میں پھیل گیا اور اس نے ساری قوتوں کو زندہ کر دیا (جگا کر رکھ دیا)

صاحب الحسن و الجمال اور صاحب البہجۃ والکمال

ترجمہ: کیا ہی خوب ہے نبی پاکؐ کی صورت اور جسمانی ساخت کہ جسے خلقِ عظیم نے مزید زینت دے رکھی ہے۔ ذاتِ اقدس سراپا حسن و جمال اور رُخِ زیبا، متصف بہ بشاشت ہے۔

اے مجموعۂ خوبی بچہ نامت خوانم

ترجمہ: آپ تر و تازگی میں شگوفہ تر، اوجِ کمال میں ماہِ چہاردہم، جود و سخا میں بحرِ بیکراں اور ہمتِ بلند میں دہر کی طرح ہیں۔

كَأَنَّهُ وَهُوَ فَرْدٌ فِي جَلَالَتِهِ
فِي عَسْكَرٍ حِينَ تَلْقَاهُ وَفِي حَشَمِ

۵۸

كَأَنَّمَا اللُّؤْلُؤُ الْمَكْنُونُ فِي صَدَفٍ
مِنْ مَعْدِنَيْ مَنْطِقٍ مِنْهُ وَمُبْتَسَمِ

اختلاف قرأت: مَعْدَنَیْ دال کی زبر کے ساتھ بھی صحیح ہے لیکن بقول شارح خرپوتی دال کی زیر کے ساتھ زیادہ فصیح ہے۔

۵۹

وظیفہ سوموار

لَا طِيبَ يَعْدِلُ تُرْبًا ضَمَّ أَعْظُمَهُ
طُوبَى لِمُنْتَشِقٍ مِنْهُ وَمُلْتَثِمِ

مرد یکتا اور شہ بارِ سپاہ

ترجمہ: گویا آپ اپنی شانِ جلالت میں مرد یکتا ہیں۔ جب تو ان سے ایسے حال میں بھی ملے کہ وہ تن تنہا ہوں (تو اپنے ہیبت و جلال کی بدولت) تو انھیں ایسے پائے گا کہ جیسے وہ کسی بڑے لشکر اور حشم و خدم میں تشریف فرما ہیں۔

دندانِ مبارک درخشاں اور زبانِ مبارک دُرفشاں

ترجمہ: معدنِ نطق (زبان درفشاں) ہو یا معدنِ تبسم (لب ہائے مبارک) حضور پاک کا ہر معدن گویا خوب چمکدار موتی کی طرح ہے کہ جو ہنوز صدف میں ہو۔

خاکِ پاک روضۂ اطہر معطّر و منوّر عرش سے برتر

ترجمہ: کوئی خوشبو اس خاکِ پاک کے برابر نہیں ہو سکتی کہ جس نے آپ کے جدِ مطہر کو مس کیا ہوا ہے۔ مبارک ہو اس خوش نصیب کو کہ جس کو (عالمِ سرمستیٔ عشق رسول میں) اس خاکِ پاک کے سونگھنے اور اسے بوسہ دینے کی سعادت حاصل ہو۔

أَبَانَ مَوْلِدُهُ عَنْ طِيبِ عُنْصُرِهِ

يَا طِيبَ مُبْتَدَإٍ مِنْهُ وَمُخْتَتَمِ

٦١

يَوْمٌ تَفَرَّسَ فِيهِ الْفُرْسُ أَنَّهُمُ

قَدْ أُنْذِرُوا بِحُلُولِ الْبُؤْسِ وَالنِّقَمِ

٦٢

وَبَاتَ إِيْوَانُ كِسْرَىٰ وَهُوَ مُنْصَدِعٌ

كَشَمْلِ أَصْحَابِ كِسْرَىٰ غَيْرَ مُلْتَئِمِ

۴۔ الفصل الرابع فی مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ولادت پاک و پاکیزہ اور رحلت پاک و پاکیزہ

ترجمہ: حضور پُرنور کے زمانِ ولادت نے (خوارقِ عادات کا اظہار کر کے) ان کی پاکیزگیٔ طبع کو ظاہر کر دیا۔ کتنا پاک و پاکیزہ اور مطہر و معطر ہے آپ کا آغاز و اختتام یعنی ولادت باسعادت اور وصال پُر اجلال۔

جاء الحق وزھق الباطل

ترجمہ: (ولادت باسعادت والا دوشنبہ) وہ دن تھا کہ جس میں اہلِ فارس نے اپنی فراست سے یہ جان لیا کہ وہ بے شک آنے والی مصیبتوں اور (طرح طرح کے) عذابوں سے ڈرائے گئے ہیں۔

ایوانِ کسریٰ پاش پاش، لشکرِ کسریٰ قاش قاش

ترجمہ: اور شبِ میلاد کسریٰ ایران (نوشیروان) کا محل (قصر ابیض) ٹوٹ کر (چودہ کنگرے گر جانے سے) پاش پاش ہو گیا جس طرح کہ اس کے ساتھیوں کی جمعیت (لشکر) کا شیرازہ ایسا بکھرا کہ پھر اسے کبھی یکجا ہونا نصیب نہ ہوا۔

وَالنَّارُ خَامِدَةُ الْاَنْفَاسِ مِنْ اَسَفٍ
عَلَيْهِ وَالنَّهْرُ سَاهِی الْعَیْنِ مِنْ سَدَمِ

٦٤

وَسَاءَ سَاوَةَ اَنْ غَاضَتْ بُحَیْرَتُهَا
وَرُدَّ وَارِدُهَا بِالْغَیْظِ حِیْنَ ظَمِیْ

٦٥

كَاَنَّ بِالنَّارِ مَا بِالْمَآءِ مِنْ بَلَلٍ
حُزْنًا وَبِالْمَآءِ مَا بِالنَّارِ مِنْ ضَرَمِ

آتش کدۂ نو بہار سرد: نہرِ فرات منبع بُرد

ترجمہ: اور آتش کدۂ ایران کی آگ اور اس کے شعلے اس (قصرِ کسریٰ) پر ٹھنڈی آہیں بھر بھر کر ٹھنڈے ہو گئے اور دریا (نہرِ فرات) غم ندامت میں (حیران و پریشاں ہوکر) اپنے منبع (اور بہاؤ) تک کو بھول گیا۔

ساوہ کا گھاٹ اور شرک کی مرگھٹ

ترجمہ: اور اہلِ ساوہ غمگین ہو گئے کہ ان کا بحیرہ (بحیرہ ساوہ) خشک ہو گیا اور اس بحیرے سے پانی لینے کے لئے آنے والا غصے میں (دانت پیستا ہوا) ناکام اور تشنہ کام لوٹا دیا گیا۔

آگ پانی اور پانی آگ: انقلاب! انقلاب!!

ترجمہ: (آتش کدے سرد اور دریا خشک) گویا آگ میں بوجہ حزن وملال وہ خاصیت پیدا ہو گئی کہ جو پانی میں تری کی ہوتی ہے اور پانی میں آگ کی صفتِ تپش پیدا ہو گئی۔

٦٦

وَالْجِنُّ تَهْتِفُ وَالْأَنْوَارُ سَاطِعَةٌ

وَالْحَقُّ يَظْهَرُ مِنْ مَّعْنًى وَّمِنْ كَلِمِ

٦٧

عَمُوْا وَصَمُّوْا فَاِعْلَانُ الْبَشَائِرِ لَمْ

تُسْمَعْ وَبَارِقَةُ الْاِنْذَارِ لَمْ تُشَمِ

٦٨

مِنْ بَعْدِ مَا اَخْبَرَ الْاَقْوَامَ كَاهِنُهُمْ

بِاَنَّ دِيْنَهُمُ الْمُعْوَجَّ لَمْ يَقُمِ

مولدِ نبویؐ کے اعلان اور ظہورِ قدسی کے نشان

ترجمہ: اور (بموقع ولادت باسعادت) جنات آوازیں دیتے تھے، انوار چمکنے والے تھے اور حق، باتوں اور معنوی شہادتوں سے ظاہر ہو رہا تھا۔

منکرینِ حق: صُمٌّ بُکمٌ عُمیٌ

ترجمہ: منکرینِ حق (ناحق طور پر جان بوجھ کر) اندھے اور بہرے بن گئے (گویا) انھوں نے نہ تو بشارتوں کے اعلان کو سنا اور نہ، ڈرانے والی بجلیاں انھیں دکھائی دیں۔

خاصیت: اس شعر کا تعویذ لکھ کر صندوق میں رکھنا مال کو غیروں کی دستبرد سے محفوظ رکھتا ہے۔ (احسن الجرد ہ صہ ۱۰۴)

دینِ قیّم اور دینِ کج

ترجمہ: تعجب تو یہ ہے کہ ان کا بہرا پن بھی رونما ہوا) بعد اس کے کہ ان کے کاہن (نجومی پیشوا) نے سارے لوگوں کو خبر دے دی تھی کہ یقیناً ان کا ٹیڑھا دین (دینِ قیّم کے مقابلے میں) ہرگز قائم نہیں رہ سکے گا۔

۶۹

وَبَعْدَ مَاعَايَنُوا فِی الْاُفُقِ مِنْ شُعُبٍ
مُنْقَضَّةٍ وَّفْقَ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ صَنَمِ

۷۰

حَتّٰی غَدَا عَنْ طَرِیْقِ الْوَحْیِ مُنْهَزِمٌ
مِنَ الشَّیَاطِیْنِ یَقْفُوْا اِثْرَ مُنْهَزِمِ

وظیفہ بروز منگل مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ
بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

۷۱

كَاَنَّهُمْ هَرَبًا اَبْطَالُ اَبْرَهَةٍ
اَوْ عَسْكَرٌ بِالْحَصٰی مِنْ رَّاحَتَیْهِ رُمِیْ

شعلہ باری زیرِ گردوں اور بتانِ کعبہ سرنگوں

ترجمہ: (ان کا اندھا بہرہ پن اور انکارِ حق ہوا تو) بعد اس کے کہ انھوں نے افق آسمان پر شہابِ ثاقب ٹوٹ کر گرتے اور اسی کے موافق زمین پر بتوں کو سرنگوں ہو کر گرتے دیکھ لیا تھا۔

شہابِ ثاقب کی بوچھاڑ اور شیاطینِ جن کا فرار

ترجمہ: (غیبی رازوں کو ٹوہ لگانے والے شیاطین جن پر شہاب ثاقب کی اس قدر بوچھاڑ پڑی) حتیٰ کہ شیاطین وحی کے راستے (آسمانی دروازے) کو چھوڑ کر ایک دوسرے کے پیچھے دم دبا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

فرارِ شیاطین مثل فرارِ ساطین

ترجمہ: گویا کہ وہ (شیاطین) ڈر کر بھاگ گئے ہیں (والیٔ یمن اور حملہ آور کعبہ) ابرہہ کے سورماؤں کی طرح تھے یا وہ (بدر و حنین کے) اس لشکرِ کفار کی مانند تھے کہ جس پر حضور پاکؐ کی دونوں ہتھیلیوں سے کنکریاں پھینکی گئی تھیں (اور وہ دم دبا کر بھاگ کھڑے ہوئے)

خاصیت: لشکرِ کفار کے حملے کو پسپا کرنے کی خاطر یہ شعر سوموار کو بکثرت پڑھنا مفید ہے۔
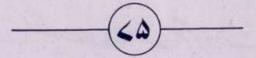
مِثْلُ الْغَمَامَةِ اَنّٰی سَارَ سَائِرَةً

تَقِيْهِ حَرَّ وَطِيْسٍ لِّلْهَجِيْرِ حَمِیْ

۷۶

اَقْسَمْتُ بِالْقَمَرِ الْمُنْشَقِّ اِنَّ لَهٗ

مِنْ قَلْبِهٖ نِسْبَةً مَّبْرُوْرَةَ الْقَسَمِ

۷۷

وَمَا حَوَی الْغَارُ مِنْ خَيْرٍ وَّ مِنْ كَرَمٍ

وَكُلُّ طَرْفٍ مِّنَ الْكُفَّارِ عَنْهُ عَمِیْ

طاعتِ شجر اور سایۂ ابر

ترجمہ : (یہ درخت، اطاعت، حاضری اور سایہ افگنی میں) اس خاص بادل کی طرح تھے کہ جو دوپہر کی تیز دھوپ کی شدتِ تمازت سے بچائے رکھنے کی خاطر حضور پاکؐ جہاں جہاں تشریف لے جاتے ساتھ ساتھ حاضر رہتا تھا۔

شقِ قمر اور شقِ صدر

ترجمہ : میں (حضور پاکؐ کی انگلی کے اشارے پر شق ہو جانے والے چاند کے رب) کی قسم کھاتا ہوں اور یہ قسم سچی اور پکی ہے بے شک اس شق شدہ قمر کو حضور پُرنور کے قلبِ مطہر سے (شقِ صدر کی) ایک نسبت ہے۔

معجزہ غار : کور چشمی کفار

ترجمہ : اور (منجملہ معجزات) جو غارِ ثور نے خیرِ مجسم (حضور پرنورؐ) اور پیکرِ کرم (صدیق اکبرؓ) کا احاطہ کیا تھا اور کافروں کی ہر آنکھ (ہر طرف کی نظر) ذاتِ اقدسؐ کو دیکھنے سے اندھی ہو گئی تھی۔

فَالصِّدْقُ فِی الْغَارِ وَالصِّدِّیْقُ لَمْ یَرِمَا

وَھُمْ یَقُوْلُوْنَ مَا بِالْغَارِ مِنْ اَرِمِ

اختلافِ روایت: بعض نسخوں میں لَمْ یُرَیَا (ہرگز دکھائی نہیں دیئے) آیا ہے لیکن یہ قرات شاذ ہے۔

۷۹

ظَنُّوا الْحَمَامَ وَظَنُّوا الْعَنْكَبُوْتَ عَلٰی

خَیْرِ الْبَرِیَّةِ لَمْ تَنْسُجْ وَلَمْ تَحُمِ

وَقَایَةُ اللّٰهِ اَغْنَتْ عَنْ مُّضَاعَفَةٍ

مِنَ الدُّرُوْعِ وَعَنْ عَالٍ مِّنَ الْاُطُمِ

صدقِ مجسّم اور صدیقِ مکرم

ترجمہ: پس صدقِ مجسّم اور صدیقِ مکرمؓ غار ہی میں تشریف فرما تھے اور وہاں سے کہیں نہیں گئے تھے جب کہ وہ کافر (ایک دوسرے سے) کہہ رہے تھے کہ غار میں تو کوئی متنفس نہیں ہے۔

تارِ عنکبوت اور بیضۂ حمامہ

ترجمہ: (غار پر کبوتروں کو منڈلاتے، انڈے اور مکڑی کا جالا دیکھ کر) ان کافروں نے گمان یہ کیا کہ کبوتریاں خیر البریہؐ پر ہرگز انڈے نہ دیتیں اور نہ مکڑی جالا بنتی یعنی آپ غار کے اندر ہوتے تو یہ انڈے دینے اور جالا بننے کا عمل نہ ہوتا۔

ہجرت سرکارِ رسالت اور خدا کی شان حفاظت

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی حفاظت و نگہداشت نے (تارِ عنکبوت جیسے کمزور ذریعوں سے کام لے کر) حضور پاکؐ کو دہری زرہ بکتروں (کے پہننے) اور بلند و بالا قلعوں (میں پناہ لینے) سے بے نیاز کر دیا۔

خاصیت: اگر انسان کسی جگہ پر ہو جہاں موذی جانوروں اور درندوں کے حملے کا اندیشہ ہو تو اس شعر کو سات یا نو بار پڑھ کر زمین پر اپنے ارد گرد دائرہ اور حصار کھینچ لے۔

مَا سَامَنِی الدَّهْرُ ضَیْمًا وَّاسْتَجَرْتُ بِهٖ
اِلَّا وَنِلْتُ جِوَارًا مِّنْهُ لَمْ یُضَمِ

اختلافِ روایت: بعض نسخوں میں ماسامنی کی جگہ ماضامنی (مجھ پر زیادتی نہیں کی) ہے۔

وَلَا الْتَمَسْتُ غِنَى الدَّارَیْنِ مِنْ یَدِهٖ
اِلَّا اسْتَلَمْتُ النَّدٰی مِنْ خَیْرِ مُسْتَلَمِ

اختلافِ روایت: مُسْتَلَمَ لام کی زبر کے ساتھ اسم مفعول ہے اور زیر کے ساتھ اسم فاعل ہے۔ دونوں طرح یعنی لام کی زیر یا زبر کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔

درندے اور زہریلے جانور نہ تو اس دائرے کے اندر داخل ہوسکیں گے اور نہ نقصان پہنچا سکیں گے۔ مفتی خرپوتی کہتے ہیں کہ میرے پیر و مرشد فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے اسے بارہا آزمایا ہے اور درست پایا ہے۔ (عصیدۃ ص ۱۳۹)

میرے آقا میرے مولا؛ ہم سب کے ملجا و ماویٰ

ترجمہ: (حوادثِ) دہر نے مجھے کبھی کوئی رنج نہیں پہنچایا درحالیکہ میں نے ذاتِ اقدس ﷺ سے طلب پناہ کرلی ہو اور یہ پناہ ایسی ہے کہ جس پر کسی جانب سے زیادتی ہو ہی نہیں سکتی۔

خاصیت: بقول مفتی خرپوتیؒ اگر مسافر پہلے مصرعے کو لکھ کر اپنے گھر میں چھوڑ جائے اور دوسرا مصرع لکھ کر ساتھ لے جائے تو ان شاء اللہ تعالیٰ بخیر و عافیت سفر سے واپسی ہوگی۔ (عصیدہ ص ۱۴۰)

غنائے دوجہاں بتصدق سرورِ دو جہاں

ترجمہ: میں نے جب کبھی آپ کے دستِ مبارک سے (بذریعہ برکتِ توسل) دونوں جہانوں کی غنا (تونگری) طلب کی ہے تو ہمیشہ ان ہاتھوں میں سے جن کو بوسہ دیا جاتا ہے، بہترین ہاتھ کی عطا و بخشش کو بوسہ دیا ہے۔

خاصیت: بقول مولانا عبدالمالکؒ نماز کے بعد یہ شعر پانچ بار پڑھتے رہنے سے انسان تنگ دستی سے محفوظ رہتا ہے۔ (حسن الجردہ ص ۱۳۳)

لَا تُنْكِرِ الْوَحْيَ مِنْ رُؤْيَاهُ إِنَّ لَهٗ

قَلْبًا إِذَا نَامَتِ الْعَيْنَانِ لَمْ يَنَمِ

٨٤

فَذَاكَ حِيْنَ بُلُوْغٍ مِّنْ نُبُوَّتِهٖ

فَلَيْسَ يُنْكَرُ فِيْهِ حَالُ مُحْتَلِمِ

اختلاف قرأت : مُحتلِم میں لام کی زیر کے علاوہ زبر کی قرأت بھی وارد ہوئی ہے۔ مزید براں فذاک کی بجائے وذاک بھی روایت کیا گیا ہے۔

٨٥

تَبَارَكَ اللّٰهُ مَا وَحْيٌ بِمُكْتَسَبٍ

وَلَا نَبِيٌّ عَلٰى غَيْبٍ بِمُتَّهَمِ

رویائے صادقہ: حقیقت ثابتہ

ترجمہ: (اے مخاطب!) تو حضور پاکؐ کی اس وحی کا (کبھی) انکار نہ کر کہ جو (قبل نزول قرآن) رویائے صادقہ کی صورت میں تھی۔ بے شک حضورؐ کا قلب مبارک ایسا عظیم القدر قلب تھا کہ جب آنکھیں سو ہی جائیں وہ ہرگز نہیں سوتا تھا۔

خاصیت: یہ یہ شعر اور اس کے بعد والا شعر پڑھتے رہنے اور دوائیوں پر دم کر کے استعمال کرنے سے امراض قلب اور سینہ میں شفایابی حاصل ہوتی ہے۔

ظہور رویائے صادقہ: دیباچہ بُلوغ نبوّہ

ترجمہ: پس یہ (رویائے صادقہ کا رونما ہونا) حضور پاکؐ کی نبوت کے ابتدائے بلوغ کے وقت تھا۔ پس ایسی حالت میں کہ آپ پورے بالغ ہو چکے تھے، وحی کا انکار ممکن ہی نہیں۔

وحی ہمیشہ وہبی اور خداداد: نبی کی ہر اطلاع سچی اور خداداد

ترجمہ: بڑی ہی بابرکت خداوند قدوس کی ذات ہے (یاد رکھو کہ) وحی کسبی نہیں ہوا کرتی (کہ جو مجاہدات سے حاصل ہو جائے) اور نہ کوئی نبی غیبی امور میں متہم ہوا کرتا ہے (بلکہ جو کچھ وہ کہتا ہے سچ کہتا ہے)۔

۸۶

کَمْ اَبْرَءَتْ وَصِبًا بِاللَّمْسِ رَاحَتُہٗ

وَاَطْلَقَتْ اَرِبًا مِّنْ رِّبْقَۃِ اللَّمَمِ

وَصَبًا صاد کی زبر اور زیر دونوں کے ساتھ درست ہے۔ زبر کے ساتھ معنی مرض کے ہیں اور زیر کے ساتھ مریض کے معنی ہوتے ہیں۔ مؤخر الذکر لائق ترجیح ہے۔

۸۷

وَاَحْیَتِ السَّنَۃَ الشَّھْبَاءَ دَعْوَتُہٗ

حَتّٰی حَکَتْ غُرَّۃً فِی الْاَعْصُرِ الدُّھُمِ

۸۸

بِعَارِضٍ جَادَ اَوْخِلْتَ الْبِطَاحَ بِھَا

سَیْبًا مِّنَ الْیَمِّ اَوْسَیْلاً مِّنَ الْعَرِمِ

دستِ مصطفیٰ: دستِ شفاء

ترجمہ: کتنی بار (بہت دفعہ) حضور پاکؐ کے کفِ دست نے محض چھو کر بیماروں کو اچھا اور شفایاب کر دیا اور اسی طرح کتنی بار (امداد، علاج اور ہدایت کے) شدید محتاجوں کو بندِ جنوں سے رہائی بخشی۔

خاصیت: یہ شعر ہر بیماری میں خاص تاثیر کا حامل ہے۔ بقول شیخ الدلائلؒ اگر جسم میں کہیں درد ہو تو درد والے مقام پر ہاتھ رکھ کر یہ شعر پڑھ دیا جائے تو درد دُور اور کافور ہو جاتا ہے۔ (حسن الجردہ ص ۱۳۶)

دعائے پیغمبر: خوشحالی کی پیامبر

ترجمہ: اور حضور پاکؐ کی (بابرکت) دعا نے (سرسبزی سے محروم، قحط کے) سفید سال کو (سرسبزی اور شادابی کی) حیاتِ نو بخشی یہاں تک کہ وہ سال (سرسبزی اور خوشحالی کے سارے) سیاہ زمانوں میں سالِ درخشاں کی صورت میں ممتاز و ممیز ہو گیا۔

شانِ استجابت اور بارانِ رحمت

ترجمہ: (قبولِ دعا کا اظہار اور دورِ خوشحالی کا آغاز) بذریعہ ایک بادل کے ہوا کہ جو خوب خوب برسا حتیٰ کہ تو (اگر دیکھتا تو) یہ سمجھتا کہ اس بارش کی بدولت وسیع و عریض وادیاں سمندر کا بہاؤ ہیں یا بارش کا یہ بہتا ہوا پانی سیلِ عرم میں سے ہے۔

دَعْنِي وَوَصْفِي آيَاتٍ لَهُ ظَهَرَتْ

ظُهُورَ نَارِ الْقِرَى لَيْلًا عَلَى عَلَمِ

۹۰

فَالدُّرُّ يَزْدَادُ حُسْنًا وَهُوَ مُنْتَظِمٌ

وَلَيْسَ يَنْقُصُ قَدْرًا غَيْرَ مُنْتَظِمِ

۹۱

فَمَا تَطَاوُلُ آمَالُ الْمَدِيحِ إِلَى

مَا فِيهِ مِنْ كَرَمِ الْأَخْلَاقِ وَالشِّيَمِ

مَوْلَايَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا
عَلَى حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۶- الفصل السادس فی شرف القرآن

معجزات حضورِ پُر نور، مشہور اور مینارۂ نور

ترجمہ: (اے دوست!) مجھے بس حضور پاکؐ کے معجزات میں مشغول رہنے دے کہ جو اس طرح ظاہر اور روشن ہیں کہ جس طرح مہمانی کی آگ رات کے وقت بلندیٔ کوہ پر روشن ہوتی ہے۔

معجزات کے درِ بیش بہا، ہوں منظوم تو سونے پہ سہاگہ

ترجمہ: (مجھے معجزاتِ نبویؐ نظم کرنے دے) کیونکہ موتی اگر ہار میں پرو دیئے جائیں تو ان کی خوبصورتی میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔ گو قیمتی موتی اگر بکھرے ہوئے بھی ہوں تو بھی ان کی قدر و قیمت کچھ کم نہیں ہوتی۔

تذکرۂ معجزات اور مصلحت اکتفا، شانِ اقدسؐ ہے بہت اعلیٰ و ارفع

ترجمہ: ذاتِ اقدسؐ کے اخلاقِ کریمانہ اور شمائلِ حسنہ تو اس قدر اعلیٰ اور بلند و بالا ہیں کہ وہاں تک نعت گو کی لانبی لانبی آرزوں کی بھی رسائی نہیں۔
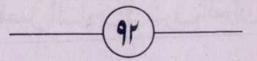
آيَاتُ حَقٍّ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثَةٌ

قَدِيْمَةٌ صِفَةُ الْمَوْصُوْفِ بِالْقِدَمِ

٩٣

لَمْ تَقْتَرِنْ بِزَمَانٍ وَّهِيَ تُخْبِرُنَا

عَنِ الْمَعَادِ وَعَنْ عَادٍ وَّعَنْ اِرَمِ

٩٤

دَامَتْ لَدَيْنَا فَفَاقَتْ كُلَّ مُعْجِزَةٍ

مِّنَ النَّبِيِّيْنَ اِذْ جَاءَتْ وَلَمْ تَدُمِ

آیاتِ قرآن: معجزات عظیم الشان

ترجمہ: (آیاتِ قرآن) رب رحمٰن کی جانب سے آیاتِ برحق ہیں (بلحاظ الفاظ و تلفظ اور نزول و تدوین) حادث ہیں اور (بوجہ کلام اللہ) قدیم بھی ہیں کیونکہ وہ اس ذات جل شانہ، کی صفت ہیں کہ جو موصوف بالقدم ہے۔

آیاتِ قرآن بلند تر از زماں و مکاں

ترجمہ: یہ قرآنی آیات کسی زمانے سے ہرگز مقید نہیں ہیں بلکہ وہ ہمیں (ایک طرف اگر قدیم ترین اقوام) عاد اور ارم کی اطلاع دیتی ہیں اور (دوسری طرف) زمانہ بازگشت (قیامت، حشر و نشر) کی خبر سناتی ہیں۔

آیات بے مثال اور معجزات لازوال

ترجمہ: یہ آیات مبارکہ ہمارے پاس ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہیں گی۔ پس یہ آیتیں انبیائے ماسلف کے سارے معجزوں پر فوقیت رکھتی ہیں کیونکہ ان کے معجزے ظاہر تو ضرور ہوئے لیکن ہمیشہ باقی ہرگز نہ رہے۔

مُحَكَّمَاتٌ فَمَا يُبْقِيْنَ مِنْ شُبَهٍ

لِذِيْ شِقَاقٍ وَّمَا يَبْغِيْنَ مِنْ حَكَمٍ

۹۶

مَا حُوْرِبَتْ قَطُّ اِلَّا عَادَ مِنْ حَرَبٍ

اَعْدَى الْاَعَادِيْ اِلَيْهَا مُلْقِيَ السَّلَمِ

۹۷

رَدَّتْ بَلَاغَتُهَا دَعْوٰى مُعَارِضِهَا

رَدَّ الْغَيُوْرِ يَدَ الْجَانِيْ عَنِ الْحَرَمِ

اختلاف قرأت: بعض نسخوں میں الحرم کی جگہ الحُرُم بضم الحا ہے کہ جو حرمۃ کی جمع ہے۔

آیاتِ بیّنات

ترجمہ: وہ آیات محکمات (تحریف سے محفوظ واضح اور فیصلہ کن) ہیں پس وہ کسی مخالف کے لئے کوئی گنجائش شک و شبہ باقی نہیں رکھتیں اور نہ کسی دوسرے سے ثالثی کی محتاج ہیں۔

شانِ اعجاز

ترجمہ: ان آیات (کہ جو ہر ایک ایک مکمل معجزہ کا درجہ رکھتی ہے) کا کبھی مقابلہ نہیں کیا گیا مگر (ہمیشہ) یہی ہوا ہے کہ سخت ترین دشمن کو ہتھیار ڈالتے ہی بنی ہے چنانچہ وہ دشمن صلح کر کے نبرد آزمائی سے لوٹ آیا ہے۔

اعجازِ بلاغت

ترجمہ: ان آیتوں کی بلاغت نے اپنے معاوضہ (مقابلہ) کرنے والے کے دعویٰ کو اس طرح رد کر دیا ہے جس طرح کہ کوئی مردِ غیور کسی بد کردار شخص کے ہاتھ کو اپنے حرم سے روک دیا کرتا ہے۔

لَهَا مَعَانٍ كَمَوْجِ الْبَحْرِ فِيْ مَدَدٍ

وَفَوْقَ جَوْهَرِهٖ فِي الْحُسْنِ وَالْقِيَمِ

٩٩

فَمَا تُعَدُّ وَلَا تُحْصٰى عَجَائِبُهَا

وَلَا تُسَامُ عَلَى الْاِكْثَارِ بِالسَّأَمِ

قَرَّتْ بِهَا عَيْنُ قَارِيْهَا فَقُلْتُ لَهٗ

لَقَدْ ظَفِرْتَ بِحَبْلِ اللّٰهِ فَاعْتَصِمِ

اختلاف قرأت: ظَفِرت ف کی زیر یا زبر کے ساتھ نسخوں میں لکھا ہوا ہے۔ زیر کے ساتھ فصیح ہے۔

آیاتِ قرآنی: گنجینۂ معانی

ان آیات کے بے شمار معانی ہیں کہ جو سمندر کی موجوں کی طرح ایک دوسرے کے معاون اور مددگار رہیں اور یہ معانی اپنے حسن وجمال اور قدر قیمت میں سمندر کے موتیوں پر فوقیت رکھتے ہیں۔

قرآنی آیات: مخزنِ عجائبات

ان آیات کے عجائبات نہ شمار کئے جا سکتے ہیں اور نہ اِن کا اندازہ ہی کیا جا سکتا ہے اور کثرت (عجائبات وتلاوت) کے باوصف ملال سے انھیں ترک نہیں کیا جاتا۔ (کیونکہ سب سے زیادہ پڑھے جانے والی اس کتاب کا اعجاز یہ ہے کہ جتنا زیادہ پڑھو، رغبت زیادہ ہوتی ہے اور نئے نئے نکتے سمجھ میں آتے ہیں)۔

تلاوت آنکھوں کی ٹھنڈک: تلاوت حبل اللہ سے تمسک

قرآنی آیات (کی تلاوت)، سے تلاوت کرنے والے کی آنکھ (کیف وسرور سے) ٹھنڈی ہوئی تو میں نے اسے کہہ دیا بخدا تو بے شک خدا کی رسی کو پکڑنے میں کامیاب ہو گیا ہے بس اسے خوب مضبوطی سے پکڑے رکھ۔

إِنْ تَتْلُهَا خِيفَةً مِّنْ حَرِّ نَارِ لَظٰی

أَطْفَأْتَ نَارَ لَظٰی مِنْ وِّرْدِهَا الشَّبِمِ

اختلافِ روایت: مصرعِ ثانی میں "نارَ لظی" کی جگہ بعض نسخوں میں "حرَّ لظی" بھی روایت کیا گیا ہے۔

١٠٢

كَأَنَّهَا الْحَوْضُ تَبْيَضُّ الْوُجُوْهُ بِهٖ

مِنَ الْعُصَاةِ وَقَدْ جَاءُوْهُ كَالْحُمَمِ

١٠٣

وَكَالصِّرَاطِ وَكَالْمِيْزَانِ مَعْدِلَةً

فَالْقِسْطُ مِنْ غَيْرِهَا فِي النَّاسِ لَمْ يَقُمِ

قرآنی آیاتؔ خنک آبِ حیات: تلاوت ان کی جہنم نار سے نجات

ترجمہ : اگر تو انھیں گرمیٔ آتش جہنم کے خوف سے تلاوت کرے تو، تو نے (گویا) ان آیات کے آبِ خنک سے جہنم کی آتش سوزاں کو بجھادیا ہے۔

خاصیت : اس شعر کا طاق تعداد میں ورد ہر قسم کے بخار بالخصوص تپ محرقہ کے لئے باعث شفاء ہے۔

آیاتِ قرآن بمنزلہ حوضِ کوثر: بخشش عصیاں اور چہرے منوّر

ترجمہ : گویا کہ وہ آیاتِ حوض کوثر ہیں جس (کے پانی سے ہاتھ منہ دھو لیتے) سے گناہگاروں کے چہرے سفید براق ہو جائیں گے حالانکہ جب وہ حوض پر آتے ہیں تو (گناہوں کی سیاہی سے) بے شک وہ کوئلوں کی مانند سیاہ ہوتے ہیں۔

قرآنؔ نظامِ عدل : قرآنؔ قیامِ عدل

ترجمہ : اور قرآنی آیات عدل کرنے میں پل صراط (تمیز حق و باطل قائم کرنے والے پل) اور میزان کی مانند ہیں بس (صحیح معنوں میں) لوگوں کے درمیان عدل ان کے بغیر قائم ہی نہیں ہو سکتا۔

لَا تَعْجَبَنْ لِحَسُوْدٍ رَاحَ يُنْكِرُهَا

تَجَاهُلًا وَّهُوَ عَيْنُ الْحَاذِقِ الْفَهِمِ

١٠٥

قَدْ تُنْكِرُ الْعَيْنُ ضَوْءَ الشَّمْسِ مِنْ رَمَدٍ

وَّيُنْكِرُ الْفَمُّ طَعْمَ الْمَآءِ مِنْ سَقَمِ

فائدہ : الفم ضرورتِ شعری کی وجہ سے مشدد ہے۔

١٠٦

يَاخَيْرَ مَنْ يَّمَّمَ الْعَافُوْنَ سَاحَتَهٗ

سَعْيًا وَّفَوْقَ مُتُوْنِ الْاَيْنُقِ الرُّسُمِ

معارفِ قرآن مسلّم و مبرہن؛ معترض محض بد باطن دشمن

ترجمہ : (قرآن کے فضائل و برکات اظہر من الشمس ہیں بااین ہمہ) اگر کوئی حاسد ذہانت و فطانت اور فہم و فراست کے باوجود آیاتِ قرآن کا انکار کرے تو تمہیں اس پر تعجب نہیں ہونا چاہیئے۔

بیمار ذہن : بیمار سوچ

ترجمہ : (کیونکہ بعض اوقات) آنکھ آشوبِ چشم کی وجہ سے سورج کی روشنی کو بُرا سمجھنے لگتی ہے اور منہ، بیماری کی وجہ سے آبِ شیریں کے ذائقے تک کو ناپسند کرتا ہے۔

۷- الفصل السابع فی معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

شدّ الرّحال الی کثیر الإفضال

ترجمہ : اے بہترین، ہر اس (سخی) شخص سے کہ جس کی (وسیع اور فیض رساں) درگاہ کا سائل پیادہ یا دوڑتے ہوئے اور تیز رفتار اونٹنیوں کی پیٹھوں پر سوار ہو کر قصد کرتے ہیں۔

وَمَنْ هُوَ الْاٰيَةُ الْكُبْرٰى لِمُعْتَبِرٍ
وَمَنْ هُوَ النِّعْمَةُ الْعُظْمٰى لِمُغْتَنِمِ

۱۰۸

سَرَيْتَ مِنْ حَرَمٍ لَيْلًا اِلٰى حَرَمٍ
كَمَا سَرَى الْبَدْرُ فِيْ دَاجٍ مِّنَ الظُّلَمِ

۱۰۹

وَبِتَّ تَرْقٰى اِلٰى اَنْ نِّلْتَ مَنْزِلَةً
مِنْ قَابِ قَوْسَيْنِ لَمْ تُدْرَكْ وَلَمْ تُرَمِ

آیۂ کبریٰ اور نعمتِ عظمیٰ

ترجمہ: اور اے وہ ذات کہ جو عبرت (حق و باطل میں امتیاز) حاصل کرنے والے کے لئے سب سے بڑی نشانی (معجزہ) ہے اور اے وہ ذاتِ اقدس کہ جو غنیمت جاننے (قدر کرنے) والے کے لئے سب سے بڑی نعمت ہے۔

اسرا ——— مسجدِ حرام تا بہ مسجدِ اقصیٰ

ترجمہ: آپؐ نے بوقتِ شب ایک حرم (بیت الحرام، کعبہ) سے دوسرے حرم (بیت المقدس) تک اس شان سے سفر کیا جس طرح کہ چودھویں رات کا ماہِ کامل شبِ تاریک کے اندھیروں میں نور بکھیرتا ہوا محوِ خرام ناز ہوتا ہے۔

معراجِ مصطفےٰ ——— تا بہ قابَ قوسین اَوْ اَدْنیٰ

ترجمہ: اور رات ہی رات میں آپؐ کی ترقی اور رفعت کا یہ عالم ہوا کہ آپ نے قابَ قوسین اَوْ ادنیٰ کا وہ مقامِ بلند پالیا جس کا نہ تو تصوّر کیا جاسکتا ہے اور نہ طلب و قصد۔

خاصیت: بقول علامہ خرپوتیؒ تاثیرِ شعر یہ ہے کہ اگر کسی شخص کی قوتِ مردمی کو کسی عمل سے باندھ دیا گیا ہو تو تین انڈے پانی میں ابال کر چھلکے اتار کے پھر دو انڈوں پر پہلے مصرعے کے بغیر نقطوں والے حرف برابر تقسیم کر کے لکھ لے اور دوسرا پورا مصرع

١١٠

وَقَدَّمَتْكَ جَمِيعُ الْأَنْبِيَاءِ بِهَا

وَالرُّسْلِ تَقْدِيمَ مَخْدُومٍ عَلَى خَدَمِ

اختلافِ قرات : الرُّسْل کی سین پر جزم ضرورت شعری کی وجہ سے ہے۔

١١١

وَأَنْتَ تَخْتَرِقُ السَّبْعَ الطِّبَاقَ بِهِمْ

فِي مَوْكِبٍ كُنْتَ فِيهِ صَاحِبَ الْعَلَمِ

١١٢

حَتَّى إِذَا لَمْ تَدَعْ شَأْوًا لِمُسْتَبِقٍ

مِنَ الدُّنُوِّ وَلَا مَرْقًى لِمُسْتَنِمِ

غیر منقوطہ حروف میں تیسرے انڈے پر لکھ دے پہلے دو انڈے خود اور تیسرا انڈا اپنی بیوی کو کھلا دے بحکم خدا بستگی دور ہو جائے گی۔ (عصیدہ صہ ۱۷۴)

امام الانبیاء اور مخدوم الانبیاء

ترجمہ : اور سارے نبیوں اور رسولوں نے وہاں (بیت المقدس میں) آپؐ کو اس شان سے اپنا امام بنایا جیسا کہ خادم اپنے مخدوم کو مقدم رکھتے ہیں۔

سرخیل الانبیاء اور سالارِ لشکر ملائکہ

ترجمہ : اور آپ ہی تو تھے کہ (انبیاء سے مختلف آسمانوں پر ایک ایک کر کے ملتے ہوئے) پے در پے ساتوں طبقوں (آسمانوں) کو چیرتے (طے کرتے) چلے گئے۔ شان یہ تھی کہ لشکر شاہسواراں (ملائکہ مقربین) ساتھ تھا جس کے آپؐ علمبردار تھے۔

ع بمقامیکہ رسیدی نرسد ہیچ نبیؑ

ترجمہ : آپ (برابر بڑھتے اور بلندیوں پر چڑھتے ہی چلے گئے) یہاں تک کہ جب آپؐ نے باقی نہیں رکھا کسی سبقت کے خواہاں کے لئے کسی انتہائے قرب کو اور کسی طالب رفعت کے لئے کسی درجۂ رفعت کو۔

۱۱۳

خَفَضْتَ كُلَّ مَقَامٍ بِالْإِضَافَةِ إِذْ

نُودِيتَ بِالرَّفْعِ مِثْلَ الْمُفْرَدِ الْعَلَمِ

۱۱۴

كَيْمَا تَفُوزَ بِوَصْلٍ أَيِّ مُسْتَتِرٍ

عَنِ الْعُيُونِ وَسِرٍّ أَيِّ مُكْتَتِمِ

۱۱۵

فَحُزْتَ كُلَّ فَخَارٍ غَيْرَ مُشْتَرَكٍ

وَجُزْتَ كُلَّ مَقَامٍ غَيْرَ مُزْدَحَمِ

یَا مُحَمَّدُ اُدْنُ قولِ حق تعالیٰ: تیرا رتبہ سب سے بلند و بالا

ترجمہ: (تب) آپ نے اپنے خداداد مقامِ بلند کی نسبت سے ہر مقام (نبوت و رسالت) اور ہر صاحبِ مقام (نبی و رسول) کو فروتر کر دیا جب کہ آپ بلندیٔ مرتبہ (یا محمد اُدن کے اعزاز) کے ساتھ اور فردِ یگانہ کی حیثیت سے پکارے گئے۔

وصلِ رب اور انتہائے قرب

ترجمہ: (یہ معراج اور ندائے قرب اس لئے ہوئی) تاکہ آپ ایسے وصلِ الٰہی پر فائز المرام ہو جائیں کہ جو خدا جانے (ملائکہ مقربین اور عارفین کاملین کی) آنکھوں سے بھی کتنا زیادہ پوشیدہ ہے اور وہ ایک راز ہے کہ جو نہایت سربستہ ہے۔ ؎ میان عاشق و معشوق رمزیست

کراماً کاتبین را ہم خبر نیست

مدارجِ افتخار اور فضائلِ بے شمار

ترجمہ: پس آپ نے ہر لائقِ فخر فضیلت (مثلاً شفاعت، ختم نبوت اور مقام محمود وغیرہ) بلا شرکت غیرے اپنی ذات میں جمع کر لی اور ہر بلند مقام سے بغیر کسی کے مقابل کے منفرد انداز میں گزر گئے۔

١١٦

وَجَلَّ مِقْدَارُ مَا وُلِّيتَ مِنْ رُتَبٍ

وَعَزَّ إِدْرَاكُ مَا أُولِيتَ مِنْ نِعَمِ

اختلافِ قرأت : بعض نسخوں میں وُلِّيتَ کی جگہ اُوتِيتَ (تو دیا گیا) ہے۔

وظیفہ بروز بدھ: مَوْلَايَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا عَلَى حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

١١٧

بُشْرَى لَنَا مَعْشَرَ الْإِسْلَامِ إِنَّ لَنَا

مِنَ الْعِنَايَةِ رُكْنًا غَيْرَ مُنْهَدِمِ

١١٨

لَمَّا دَعَا اللّٰهُ دَاعِينَا لِطَاعَتِهِ

بِأَكْرَمِ الرُّسْلِ كُنَّا أَكْرَمَ الْأُمَمِ

مرتبے بے شمار اور عظیم القدر : نعمتیں حدِ ادراک سے بلند تر

ترجمہ : اور آپؐ جن مرتبوں کے مالک بنائے گئے ہیں، ان کی بڑی قدر ومنزلت ہے اور جن خاص نعمتوں سے آپ نوازے گئے ہیں وہ فہم وادراک سے بالاتر اور دشوار تر ہیں۔

خاصیت : اس شعر کو ہر نماز کے بعد تین بار پڑھتے رہنے سے عہدے اور ملازمت کے حصول میں کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ (حسن الجردہ صہ ۱۸۲)

شریعت آقائے نامدار : محکم مستحکم اور پائیدار

ترجمہ : اے گروہِ اسلام، ہم سب کے لئے خوشخبری ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت سے ہمیں (ذاتِ اقدسؐ کی شریعت کی صورت میں) ایسا ستون میسر آگیا ہے کہ جو کبھی گرنے والا نہیں ہے۔

ہمارے داعیٔ حق خیر الرسل : ہم اہلِ اسلام خیر الامم

ترجمہ : جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے طاعتِ خداوندی کی دعوت دینے والے کو اکرم الرسل (افضل الانبیاءؐ) کہہ کر بلایا تو ہم بھی (ان کے طفیل) اکرم الامم (افضل الامم) قرار پائے۔

رَاعَتْ قُلُوْبَ الْعِدٰى اَنْبَاءُ بِعْثَتِهٖ

كَنَبْأَةٍ اَجْفَلَتْ غُفْلًا مِّنَ الْغَنَمِ

١٢٠

مَا زَالَ يَلْقَاهُمْ فِيْ كُلِّ مُعْتَرَكٍ

حَتّٰى حَكَوْا بِالْقَنَا لَحْمًا عَلٰى وَضَمِ

١٢١

وَدُّوا الْفِرَارَ فَكَادُوْا يَغْبِطُوْنَ بِهٖ

اَشْلَاءَ شَالَتْ مَعَ الْعِقْبَانِ وَالرَّخَمِ

۸- الفصل الثامن فی جہاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ے وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ہادی
عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی (حالی)

ترجمہ: حضورِ اقدس کے مبعوث ہونے کی پُر شوکت خبروں نے دشمنوں کے دلوں کو خوف زدہ کر دیا جس طرح کہ شیر نر کی آواز بے خبر بکریوں کے ریوڑ کو ڈرا کر تتر بتر کر دیتی ہے۔

خاصیت: اگر کسی پر جھوٹا مقدمہ دائر کر دیا گیا ہو تو اسے اپنی پیشی پر یہ شعر پڑھ کر جانا چاہئے۔

پیغمبرِ خدا: رزم آرا

ترجمہ: آپ ان کافروں سے ہمیشہ معرکہ آرا رہے ہر میدانِ جنگ میں یہاں تک کہ وہ کافر مجاہدینِ اسلام کی نیزہ آزمائی سے ایسے (بے وقار) گوشت کی طرح ہو گئے کہ جو تختۂ قصاب پر ہو۔

مجاہدین اسلام کی یلغار اور منکرین حق کی تمنائے فرار

ترجمہ: (بچے کھچے کافر) تو بھاگ جانے کے آرزو مند تھے (لیکن مجاہدین کے پے در پے حملوں سے ان کے لئے راہ فرار بند تھی) پس وہ رشک کرتے رہ گئے (اپنے مقتول ساتھیوں کے) ان جسموں کے ٹکڑوں پر کہ جن کو گدھ اور دوسرے مردار خور پرندے لے اڑے تھے۔

تَمْضِی اللَّیَالِیْ وَلَا یَدْرُوْنَ عِدَّتَہَا

مَا لَمْ تَکُنْ مِنْ لَیَالِی الْاَشْہُرِ الْحُرُمِ

۱۲۳

کَاَنَّمَا الدِّیْنُ ضَیْفٌ حَلَّ سَاحَتَہُمْ

بِکُلِّ قَرْمٍ اِلٰی لَحْمِ الْعِدٰی قَرِمِ

۱۲۴

یَجُرُّ بَحْرَ خَمِیْسٍ فَوْقَ سَابِحَۃٍ

یَرْمِیْ بِمَوْجٍ مِّنَ الْاَبْطَالِ مُلْتَطِمِ

کافروں کی نیند حرام : پورا سال ماسوائے اشہر حرام
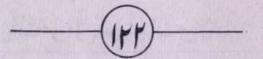
ترجمہ : جب تک (بندشِ جنگ کے) حرمت والے مہینوں کی راتیں نہ آ جاتیں (دن اور) راتیں گزرتی رہتیں مگر وہ کافر (حملۂ مجاہدین کے خوف وہراس سے) ان کا شمار وشعور تک نہیں رکھتے تھے۔

ہر مجاہد، مہمان نرالا : دشمن اس کا تر نوالہ

ترجمہ : گویا بے شک دینِ حق ایک ایسا عظیم الشان مہمان تھا کہ جو اپنے ساتھ کئی عظیم القدر سرداروں کو لے کر ان (کافروں) کے صحن میں اترا اور ہر سردار دشمنوں کے گوشت کی بے پناہ اشتہا رکھتا ہے۔

اسلام سیل شاہواراں : متلاطم اور رواں دواں

ترجمہ : دینِ اسلام سبک رفتار رہواروں پر سوار ایک لشکرِ کامل کے سمندر کی ہمیشہ ہمیشہ قیادت کرتا رہا اور وہ اپنے بہادروں کی موجوں کے ساتھ کہ جو ایک دوسری سے آگے بڑھنے کی خاطر باہم ٹکراتی تھیں، ان کافروں پر نیزہ زنی اور تیر افگنی کرتا رہا۔

مِنْ كُلِّ مُنْتَدِبٍ لِلّٰهِ مُحْتَسِبٍ

يَسْطُو بِمُسْتَأْصِلٍ لِلْكُفْرِ مُصْطَلِمِ

۱۲۶

حَتّٰى غَدَتْ مِلَّةُ الْإِسْلَامِ وَهِيَ بِهِمْ

مِنْ بَعْدِ غُرْبَتِهَا مَوْصُوْلَةَ الرَّحِمِ

۱۲۷

مَكْفُوْلَةً أَبَدًا مِّنْهُمْ بِخَيْرِ أَبٍ

وَخَيْرِ بَعْلٍ فَلَمْ تَيْتَمْ وَلَمْ تَئِمِ

ہر مجاہد مجیبِ دعوتِ حق: خاتمۂ کفر جس کا عزم برحق

ترجمہ: شجاعانِ اسلام جن کا ہر فرد دعوتِ حق کو دل وجان سے قبول کرنے والا اور محض اللہ سے اجرِ جہاد چاہنے والا ہے وہ ایسی تلوار کے ساتھ حملہ آور ہوتا ہے کہ جو کفر کو بیخ و بُن سے کاٹ کر رکھ دینے والی ہے۔

صحابہؓ اشدّ علی الکفار کی تفسیر: اعلاء کلمۃ الحق اس کی تعبیر

ترجمہ: صحابہ کرامؓ سرگرمِ پیکار رہے، حتیٰ کہ ملتِ اسلام کہ جس کا وجود بذات خود ان بہادر صحابہؓ کا رہینِ منت تھا، وہ اپنی غربت (اور کمزوری) کے بعد اپنے غم خوار قرابت داروں سے جا ملنے والی ہوگئی۔

صحابہ کرامؓ کی مساعی مقبول، ملتِ اسلام تا بہ ابد مکفول

ترجمہ: (یہاں تک کہ) ملتِ اسلام ان بہادر صحابہ کرامؓ کی بدولت بہترین باپ اور بہترین شوہر (حضور اقدسؐ) کے ذریعے سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محفوظ ہوگئی۔ پس (سرپرستی حضورؐ کے طفیل کہ جو روضۂ اطہر میں حیات ہیں) اب ملتِ اسلامیہ نہ کبھی یتیم ہوگئی اور نہ بیوہ۔

هُمُ الْجِبَالُ فَسَلْ عَنْهُمْ مَصَادِمَهُمْ

مَاذَا رَأَىٰ مِنْهُمْ فِي كُلِّ مُصْطَدَمِ

اختلاف قرأت: مَصَادِمُهُمْ میم کی پیش کے ساتھ بھی قرأت ہے۔ مُصَادِم جس کے معنیٰ ہیں لشکروں کا باہم ٹکرانا۔

۱۲۹

وَسَلْ حُنَيْنًا وَّسَلْ بَدْرًا وَّسَلْ أُحُدًا

فُصُوْلَ حَتْفٍ لَّهُمْ أَدْهٰى مِنَ الْوَخَمِ

۱۳۰

اَلْمُصْدِرِي الْبِيْضِ حُمْرًا بَعْدَ مَا وَرَدَتْ

مِنَ الْعِدٰى كُلَّ مُسْوَدٍّ مِّنَ اللِّمَمِ

صحابہ صبر و ثبات کے کوہ و جبل : گواہ ان کی شجاعت کے دشت و جبل

ترجمہ : وہ صحابہ (صبر و ثبات اور قوت و استقامت کے) پہاڑ ہیں پس ان کے بارے میں (اگر کچھ پوچھنا ہو تو) ان کے میدان ہائے جنگ سے پوچھ لو کہ انھوں نے ہر معرکے میں ان کی کیا شان دیکھی تھی۔

بدر و حنین شجاعت صحابہ کے گواہ : بدر و حنین ہلاکت اعدا کے گواہ

ترجمہ : پس تو پوچھ لے حنین، بدر اور احد کے کارزاروں سے، ان کافروں کے بارے میں طرح طرح کی موتوں کے بارے میں کہ جو ہیضے، طاعون کی وباؤں سے بڑھ کر شدید اور بدتر تھیں۔

ہر مجاہد کی شمشیر براں : دشمن کی ہلاکت کا سامان

ترجمہ : صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین اور شجاعان عظام اپنی سفید صیقل دار تلواروں کو (جوان) دشمنوں کے سیاہ زلفوں والے سروں سے سیراب اور سرخ کر کے نکالنے والے تھے۔

وَالْكَاتِبِينَ بِسُمْرِ الْخَطِّ مَا تَرَكَتْ

أَقْلَامُهُمْ حَرْفَ جِسْمٍ غَيْرَ مُنْعَجِمِ

١٣٢

شَاكِي السِّلَاحِ لَهُمْ سِيمَا تُمَيِّزُهُمْ

وَالْوَرْدُ يَمْتَازُ بِالسِّيمَا مِنَ السَّلَمِ

١٣٣

تُهْدِي إِلَيْكَ رِيَاحُ النَّصْرِ نَشْرَهُمُ

فَتَحْسُبُ الزَّهْرَ فِي الْأَكْمَامِ كُلَّ كَمِي

اختلافِ قرأت: فتحسب کی سین پر بعض نسخوں میں زبر بھی موجود ہے۔

نیزہ ہائے مجاہدین کی تحریریں ؛ جسمِ اعدا پر نقطہ دار تعزیریں

ترجمہ : وہ شجاعانِ اسلام اپنے گندم گوں خطی نیزوں کے ساتھ لکھنے والے تھے کہ ان کے قلموں نے جسمِ اعداء کا کوئی حرف (عضو) بغیر نقطے (زخم) کے نہیں رہنے دیا۔

مجاہد بھی مسلح مشرک بھی مسلح تاہم ؛ چہ نسبت خاک را با عالم پاک

ترجمہ : یہ بہادر پوری طرح مسلح تھے اور ان کی نشانی (تقویٰ و طہارت) خاص تھی جو انہیں غیروں سے ممتاز کر دیتی ہے۔ گلاب (کا پودا) ببول (کے درخت) سے (گو دونوں یکساں خار دار ہیں) ممتاز ہی ہوا کرتا ہے۔

باد صبا ان کی فتح و نصرت کی پیامبر ؛ ہر مجاہد غلافِ زرہ میں مثل شگوفہ تر

ترجمہ : نصرتِ الٰہی کی ہوائیں ان بہادروں کی خوشبو کا تحفہ تجھ تک پہنچاتی ہیں۔ پس تو (ان کی خوش نمائی اور خوشبو کا مشاہدہ کر کے) سمجھے گا کہ ہر بہادر (زرہوں کے) غلافوں میں شگوفۂ تر ہے۔

خاصیت : لشکرِ اسلام کی کامیابی و کامرانی کی خاطر اس شعر کا ورد مفید ثابت ہوتا ہے۔

۱۳۴

كَأَنَّهُمْ فِي ظُهُورِ الْخَيْلِ نَبْتُ رُبًى

مِنْ شِدَّةِ الْحَزْمِ لَا مِنْ شَدَّةِ الْحُزُمِ

اختلاف قرأت : پہلے شِدَّۃِ الحزم ہے شین کی زیر کے ساتھ بمعنی طاقت اور حزم حا کی زبر 'ز' کی جزم کے ساتھ بمعنی ثبات و استقامت جب کہ بعد میں شَدَّۃِ شین کی زبر کے ساتھ بمعنی باندھنا اور الحُزُم ح اور 'ز' کی پیش کے ساتھ اور وہ حزام کی جمع ہے۔ حزام وہ پٹی ہے کہ جس کے ساتھ گھوڑے کی پیٹھ پر زین کو کس کے باندھا جاتا ہے۔ اس مصرعے میں صنعت جناس ہے۔

۱۳۵

طَارَتْ قُلُوبُ الْعِدَى مِنْ بَأْسِهِمْ فَرَقًا

فَمَا تُفَرِّقُ بَيْنَ الْبَهْمِ وَالْبُهُمِ

اختلاف قرأت : دوسرے البُہُم کو بفتح الہاء البَہَم بھی پڑھا گیا ہے۔ پہلا بَہْم، بَہْمَۃ کی جمع ہے مراد بھیڑ بکری کے بچے جب کہ دوسرا البُہُم (ب کی پیش کے ساتھ) بُہْمَۃ کی جمع ہے مراد بہادر شجاع مرد۔

۱۳۶

وَمَنْ تَكُنْ بِرَسُولِ اللهِ نُصْرَتُهُ

إِنْ تَلْقَهُ الْأُسْدُ فِي آجَامِهَا تَجِمِ

ہر مجاہد صاحبِ رہوار : ہر بہادر ماہر سوار

ترجمہ : گویا بے شک وہ (شاہسواران اسلام) گھوڑوں کی پیٹھوں پر محض ازرہ مہارت شہسواری ٹیلے کی (مضبوط جڑ والی) گھاس کی طرح آسن جما کر بیٹھے ہیں نہ کہ زینوں کے سخت کسے ہونے کے سبب۔

مجاہدین کی ہیبت و یاس اور کفار کا خوف و ہراس

ترجمہ : دشمنوں کے دل شجاعان اسلام کے حملوں کی شدت کے خوف سے اڑنے لگے۔ پس وہ بھیڑ بکری کے بچوں اور بہادروں میں تمیز نہ کر پاتے تھے یعنی بچہ بز کی آہٹ پا کر اسے مجاہد سمجھ کر بھاگ کھڑے ہوتے تھے۔

؎ ہر کہ عشق مصطفیٰ سامان اوست — بحر و بر در گوشۂ دامان اوست (اقبالؒ)

ترجمہ : اور (اس کے بالمقابل) جس شخص کو رسول پاکؐ کی تائید و نصرت میسر ہو اگر اس کا سامنا کچھاروں میں شیروں سے ہو جائے تو شیر (اس کے سامنے) دم بخود ہو کر جائیں۔
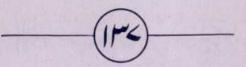
وَلَنْ تَرٰى مِنْ وَّلِيٍّ غَيْرِ مُنْتَصِرٍ

بِهٖ وَلَا مِنْ عَدُوٍّ غَيْرِ مُنْقَصِمِ

اختلاف قرأت: مُنْتَصَرٍ صاد کی زبر کے ساتھ بھی ایک قرات ہے کہ جو اسم مفعول کے معنوں میں ہے۔

۱۳۸

اَحَلَّ اُمَّتَهٗ فِيْ حِرْزِ مِلَّتِهٖ

كَاللَّيْثِ حَلَّ مَعَ الْاَشْبَالِ فِيْ اَجَمِ

وظیفہ بروز جمعرات

مَوْلَايَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۳۹

كَمْ جَدَّلَتْ كَلِمَاتُ اللّٰهِ مِنْ جَدِلٍ

فِيْهِ وَكَمْ خَصَمَ الْبُرْهَانُ مِنْ خَصِمِ

یارانِ نبیؐ مظفر و منصور : دشمنانِ نبی مغلوب و مقہور

ترجمہ : اور تو ہرگز نہیں دیکھے گا کہ حضور پاکؐ کا کوئی دوست ان کی امداد کے طفیل کبھی ناکام رہنے والا ہو اور نہ ان کا کوئی دشمن تو ایسا دیکھے گا کہ جو ہزیمت کھانے والا نہ ہوا ہو۔

؎ امتش در حرزِ دیوارِ حرم نعرہ زن مانند شیراں در اجم (اقبالؒ)

ترجمہ : حضور پاکؐ نے اپنی امت کو اپنی ملت کی مضبوط پناہ گاہ میں اتار دیا ہے جس طرح کہ شیر اپنے بچوں کے ساتھ کچھار میں اتر گیا ہو۔

کلام اللہ محافظ شانِ رسول اللہ

ترجمہ : بسا اوقات کلام اللہ نے اس جھگڑالو شخص کو قعرِ مذلت میں گرا دیا کہ جس نے حضور پاک کی شانِ اقدس میں جھگڑا کیا تھا اور کئی بار معجزات اور دلائل قاطعہ نے بدترین مخالف کو منہ کی کھانے پر مجبور کر دیا۔
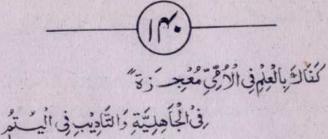
كَفَاكَ بِالْعِلْمِ فِی الْاُمِّیِّ مُعْجِزَۃً

فِی الْجَاهِلِیَّۃِ وَالتَّادِیْبِ فِی الْیُتُمِ

۱۴۱

خَدَمْتُہٗ بِمَدِیْحٍ اَسْتَقِیْلُ بِہٖ

ذُنُوْبَ عُمْرٍ مَّضٰی فِی الشِّعْرِ وَالْخِدَمِ

؎ اُمّی و کتاب خانہ در دل (فیضی)

ترجمہ : (اے مخاطب!) تیرے لئے یہی ایک معجزہ کافی وافی ہے کہ حضورؐ ایسے لوگوں میں رہتے ہوئے کہ جو نوشت و خواند سے یکسر ناآشنا تھے بلکہ خود بھی کسی کے سامنے زانوئے تلمذ تہ نہیں کیا، خدا داد علم رکھتے تھے اور یتیمی کی حالت میں پرورش پانے کے باوجود پورے آداب سے آگاہ اور ان پر عمل پیرا تھے۔

۹- الفصل التاسع فی التوسّل برسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

نعت وسیلۂ نجات

ترجمہ : میں نے حضورؐ پرنورؐ کی شان اقدس میں یہ قصیدہ کہہ کر خدمتِ نعت کی ہے اس کے طفیل میں اپنے عمر بھر کے گناہوں کی معافی چاہتا ہوں کہ جو (بے ہودہ اور بے سود) شعر و شاعری اور نوکری چاکری میں گزری ہے۔

۱۴۲

إذْ قَدَّنِي إلَى مَا تُخْشَى عَوَاقِبُهُ
كَأَنَّنِي بِهِمَا هَدْىٌ مِّنَ النَّعَمِ

۱۴۳

أَطَعْتُ غَيَّ الصِّبَا فِي الْحَالَتَيْنِ وَمَا
حَصَّلْتُ إِلَّا عَلَى الْآثَامِ وَالنَّدَمِ

۱۴۴

فَيَا خَسَارَةَ نَفْسٍ فِي تِجَارَتِهَا
لَمْ تَشْتَرِ الدِّيْنَ بِالدُّنْيَا وَلَمْ تَسُمِ

شعر و خدمتِ سلطان: میرے لئے وبالِ جان

ترجمہ: اس وجہ سے کہ شعر گوئی اور نوکری نے میری گردن میں ایسا پٹا ڈال رکھا ہے کہ جس کے نتائج بد سے بس اندیشہ ہی اندیشہ ہے گویا کہ ان دونوں (شعر و خدمت) کی بدولت میں اونٹ، گائے اور بھیڑ بکری جیسے) جانوروں میں سے قربانی کا جانور بن گیا ہو۔

شعر و خدمتِ شاہی: سراسر گناہ اور تباہی

ترجمہ: (شاعری اور نوکری کی) دونوں حالتوں میں میں نے جوانی دیوانی کی گمراہی ہی کی فرمانبرداری کی ہے اور اس سے مجھے گناہوں اور شرمساریوں کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوا۔

تجارتِ نفسِ امّارہ: خسارہ ہی خسارہ

ترجمہ: پس اے لوگو! دیکھو اور عبرت حاصل کرو، میرے نفس کے خسارے کو جو اسے (اپنی دنیاوی زندگی کی) تجارت میں ہوا کیونکہ اس (نفس) نے دنیا کے بدلے میں دین کو نہ تو خریدا اور نہ خریدنے کا ارادہ ہی کیا۔

وَمَنْ يَّبِعْ اٰجِلاً مِّنْهُ بِعَاجِلِهٖ

يَبِنْ لَهُ الْغَبْنُ فِیْ بَیْعٍ وَّفِیْ سَلَمٖ

١٤٦

اِنْ اٰتِ ذَنْباً فَمَا عَهْدِیْ بِمُنْتَقِضٍ

مِنَ النَّبِیِّ وَلَاحَبْلِیْ بِمُنْصَرِمٖ

١٤٧

فَاِنَّ لِیْ ذِمَّةً مِّنْهُ بِتَسْمِيَتِیْ

مُحَمَّدًا وَّهُوَ اَوْفَی الْخَلْقِ بِالذِّمَمٖ

دنیا کی خریداری : خواری ہی خواری

ترجمہ : اور جو شخص بھی آخرت (کے دائمی فائدوں) کو دینا (کے فوری لیکن عارضی فائدوں) کے عوض بیچ دے تو اس کے لئے اس بیع میں نقصان ظاہر ہی ہے خواہ سودا نقد ہو یا ادھار پر۔
خاصیت : تاجر کے لئے ہر نماز کے بعد اس شعر کو پڑھنا تجارت میں فائدہ مند ثابت ہوتا ہے۔

گو گناہ ہیں اپنے بے شمار : وسیلۂ شفاعت تو ہے برقرار

ترجمہ : اگرچہ میں مرتکبِ گناہ ہوں تاہم رسول پاکؐ سے عہد و پیمان (میرا عہدِ محبت اور ان کا وعدۂ شفاعت) تو ٹوٹنے والا نہیں ہے اور نہ میری (امید کی) رسی کٹ جانے والی ہے۔

محمد نام آں سرورِ کائنات : اور ہمنامی میرا سرمایۂ نجات

ترجمہ : کیونکہ بے شک میرے لئے اپنا نام محمد رکھے جانے کی بدولت حضور پاک سے ایک عہدِ (شفاعت) موجود ہے اور حضور پاکؐ تو ساری مخلوق سے زیادہ وعدہ وفا کرنے والے ہیں۔

۱۴۸

اِنْ لَّمْ یَکُنْ فِیْ مَعَادِیْ اٰخِذًا بِیَدِیْ
فَضْلًا وَّاِلَّا فَقُلْ یَا زَلَّۃَ الْقَدَمِ

۱۴۹

حَاشَاہُ اَنْ یُّحْرَمَ الرَّاجِیْ مَکَارِمَہٗ
اَوْ یَرْجِعَ الْجَارُ مِنْہُ غَیْرَ مُحْتَرَمِ

اختلافِ قرأت: یحرم را کی زبر کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے اور یہ مجہول کا صیغہ ہے۔

۱۵۰

وَمُنْذُ اَلْزَمْتُ اَفْکَارِیْ مَدَائِحَہٗ
وَجَدْتُہٗ لِخَلَاصِیْ خَیْرَ مُلْتَزِمِ

شافعِ محشر کی دستگیری اور شفاعت: آخرت میں واحد وسیلۂ نجات

ترجمہ: اگر مرنے کے بعد آخرت میں از رہ فضل و کرم رسول پاک کی دستگیری مجھے میسر نہ آئی تو پھر کہہ دیجئے گا افسوس میری لغزشِ پا پر یعنی پھر ہلاکت ہی ہلاکت اور پلِ صراط سے پھسل کر جہنم میں جاگرنا یقینی ہوگا۔

محرومیٔ شفاعت اسوءِ ظن ہے ساقیٔ کوثر کے باب میں

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے حضور پاک کو اس عیب سے پاکیزہ رکھا ہے کہ آپ کے فیض و کرم اور عطا و بخشش کا کوئی امیدوار محروم رہ جائے یا آپ کے دامانِ رحمت میں پناہ لینے والا بے توقیر اور بے نیلِ مرام لوٹ آئے۔

نعت گوئی میرا وظیفۂ حیات: نعت گوئی میرا وثیقۂ نجات

ترجمہ: اور جب سے میں نے اپنے افکار کو نعتِ پیغمبر کے لئے وقف کر دیا ہے تب سے میں نے (مصائب دنیا و آخرت سے) اپنی نجات کے لئے بہترین ضامن کو پالیا ہے۔

خاصیت: اس شعر کا ورد قیدی کو قید سے رہائی دلا دیتا ہے۔

(حسن الجردہ ص۲۲۳)
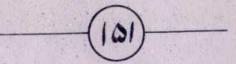
وَلَنْ يَّفُوْتَ الْغِنٰی مِنْهُ يَدًا تَرِبَتْ

اِنَّ الْحَيَا يُنْبِتُ الْاَزْهَارَ فِی الْاَكَمِ

۱۵۲

وَلَمْ اُرِدْ زَهْرَةَ الدُّنْيَا الَّتِی اقْتَطَفَتْ

يَدَا زُهَيْرٍ بِمَا اَثْنٰی عَلٰی هَرِمِ

۱۵۳

يَا اَكْرَمَ الْخَلْقِ مَا لِیْ مَنْ اَلُوْذُ بِهٖ

سِوَاكَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمَمِ

اختلافِ روایت: بعض نسخوں میں یا اکرم الخلق کی جگہ یا اکرم الرُّسُلِ (اے ہمارے رسولوں سے بہتر

فیضانِ عام اور غنائے دوام

ترجمہ: جو غنا بارگاہ رسالت مآب سے میسر آتی ہے وہ ایسی غنا ہے کہ جو کسی کو (خواہ گنہگار ہی کیوں نہ ہو) کبھی محتاج نہیں رہنے دیتی (بلکہ مالامال کر دیتی ہے) بے شک یارانِ فیض رساں کی فیض رسانی (عام زمین تک محدود نہیں ہوتی بلکہ وہ) ٹیلوں پر بھی پھول اُگا دیتی ہے۔

نہ کوئی جاہ و مرتبہ اور نہ مال و زر؛ میری مدح کا مقصد بس شفاعت پیمبر

ترجمہ: اور (نعت گوئی سے) میں نے ہرگز ہرگز تازگی دنیا کا ارادہ نہیں کیا کہ جو (مشہور جاہلی شاعر) زہیر بن ابی سلمیٰ نے (شاہ عرب) ہرم بن سنان کی تعریف کر کے دونوں ہاتھوں سے چن چن کر سمیٹ لی تھی۔

۱۰- الفصل العاشر فی المناجات وعرض الحاجات

؎ اے پناہِ من حریم کوئے تو من بہ امیدے رسیدم سوئے تو

ترجمہ: اے خیر خلق اللہ! میرے لئے تیرے سوا خدا کے ہاں شفاعت کی خاطر، اور کوئی نہیں ہے کہ جس کے پاس عام تام حادثے (قیامتِ کبریٰ یا صغریٰ) کے نازل ہونے کے موقع پر جا کر پناہ لے سکوں۔

یا سب سے زیادہ کریم روایت کیا گیا ہے نیز العَمَمِ پہلی میم کی زیر کے ساتھ العِمَمِ بھی ایک قرأت ہے۔

۱۵۴

ولن يضيق رسول الله جاهك بي
إذا الكريم تجلى باسم منتقم

۱۵۵

فإن من جودك الدنيا وضرتها
ومن علومك علم اللوح والقلم

۱۵۶

يا نفس لا تقنطي من زلة عظمت
إن الكبائر في الغفران كاللمم

اختلاف قرأت: نفس س کی زیر کے ساتھ بھی روایت کیا گیا ہے۔ اس صورت میں یا متکلم ونف کی وجہ سے یہ زیر ہوگی اور معنی یا نفس کے "اے میرے نفس" ہوں گے۔

خاصیت : اگر عالمِ اسلام پر کوئی بڑی مصیبت یا ابتلا آئے تو صحتِ قرأت کے ساتھ مل کر ایک لاکھ ایک بار اس شعر کا ختم کرنے سے مصیبت دور ہو جاتی ہے۔

تیرا بحرِ رحمت بے کنارہ : تیری شفاعت میرا سہارا

ترجمہ : اے رسولِ پاکؐ! آپ کا جاہ و مرتبہ میرے (معاملہ شفاعت کے) بارے میں ہرگز کوئی مضائقہ نہیں سمجھے گا جب کہ (روزِ محشر) خداوند کریم منتقم کے نام کے ساتھ جلوہ گر ہوگا۔

وجودِ دنیا و آخرت اور لوح و قلم : نورِ محمدی کے فیضانِ جود و کرم

ترجمہ : پس بے شک آپؐ ہی کے فیض و کرم اور عطا و بخشش سے یہ دنیا اور اس کی سوکن (آخرت) عالمِ موجود میں آئی ہے اور لوح و قلم کا علم آپ کے علم میں سے (ایک جز) ہے۔

خاصیت : امیدوارانِ امتحان کے لئے باوضو گیارہ بار یہ شعر پڑھ کر امتحان میں بیٹھنا کامیابی کا ضامن ہے۔

؎ مہرِ تو بر عاصیاں فزوں تر است
در خطا بخشی چو مہرِ مادر است (اقبال)

ترجمہ : اے نفس تو مایوس نہ ہو اپنی لغزش کی وجہ سے خواہ وہ کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو کیونکہ بلاشبہ بڑے بڑے گناہ بھی بخشش میں چھوٹے گناہوں کی طرح (لائقِ بخشش) ہی ہوتے ہیں۔

لَعَلَّ رَحْمَةَ رَبِّي حِيْنَ يَقْسِمُهَا

تَأْتِي عَلٰى حَسَبِ الْعِصْيَانِ فِي الْقِسَمِ

١٥٨

يَا رَبِّ فَاجْعَلْ رَجَائِي غَيْرَ مُنْعَكِسٍ

لَدَيْكَ وَاجْعَلْ حِسَابِي غَيْرَ مُنْخَرِمِ

اختلافِ روایت: بعض نسخوں میں فاجعل کی جگہ وَاجْعَلْ (اور بنادے) ہے۔

١٥٩

وَالْطُفْ بِعَبْدِكَ فِي الدَّارَيْنِ إِنَّ لَهُ

صَبْرًا مَتٰى تَدْعُهُ الْأَهْوَالُ يَنْهَزِمِ

نصیب ماست بہشت اے خدا شناس برو ٭ کہ مستحقِ کرامت گناہگار اند

ترجمہ : امید ہے کہ میرے رب کی رحمت جب میرا رب اسے تقسیم کرے گا تو وہ ضرور گناہوں کی مقدار کے مطابق ہی حصے میں آئے گی۔

اُمیدوار بخشش ہوں اور تیری بخشش حق ٭ اَنَا عِندَ ظَنِّ عَبدِی تیرا قول برحق

ترجمہ : اے میرے پالنے والے! (تو نے میری دعا اور فریاد سنی ہے) پس تو میری امید کو جو میں نے تجھ سے وابستہ کر رکھی ہے، اٹل نہ ہونے والی یعنی درست بنا دے اور میرے حسنِ ظن کو جو مجھے تجھ سے ہے، نہ ٹوٹنے والا یعنی صحیح اور ثابت بنا دے۔

خاصیت : منصب و ملازمت کے متلاشی کو ہر نماز کے بعد پانچ بار یہ شعر پڑھنا چاہیئے۔

میں تیرا بندۂ ضعیف اور گنہگار ٭ کرم فرما کہ صبر و ثبات ہے دشوار

ترجمہ : اور تو اپنے (اس کمزور) بندے پر دونوں جہانوں (دنیا و آخرت) میں فضل و کرم کر کیونکہ اس کے صبر و برداشت کی تو یہ حالت ہے کہ خوف (اور مصائب) اسے دعوتِ مقابلہ دیتے ہیں۔ تو وہ تابِ مقابلہ نہ لا کر بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔

وَأْذَنْ لِسُحْبِ صَلٰوةٍ مِّنْكَ دَائِمَةً

عَلَى النَّبِيِّ بِمُنْهَلٍّ وَّمُنْسَجِمِ

اختلاف قرأت : دائمۃً کو زبروں کے ساتھ پڑھا جائے تو یہ حال ہوگا اور دائمۃٍ زیروں کے ساتھ پڑھنے کی صورت میں یہ "سحب" (بادلوں) کی صفت بعد صفت ہوگی بہرحال دونوں طرح سے پڑھا جاسکتا ہے۔

۱۶۱

وَالْاٰلِ وَالصَّحْبِ ثُمَّ التَّابِعِيْنَ لَهُمْ

اَهْلِ التُّقٰى وَالنَّقٰى وَالْحِلْمِ وَالْكَرَمِ

۱۶۲

مَا رَنَّحَتْ عَذَبَاتِ الْبَانِ رِيْحُ صَبًا

وَاَطْرَبَ الْعِيْسَ حَادِي الْعِيْسِ بِالنَّغَمِ

فَاغْفِرْ لِنَاشِدِهَا وَاغْفِرْ لِقَارِئِهَا

سَأَلْتُكَ الْخَيْرَ يَا ذَا الْجُوْدِ وَالْكَرَمِ

باران درود و سلام : مدام بر خیر الانام

ترجمہ: اور تو (اے میرے اللہ) اپنے پاس سے اپنی خاص رحمت کے بادلوں کو اجازت دے کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ نبی مکرم و معظم پر اپنی باران رحمت کریں اور ہمیشہ برستے رہا کریں۔

سلام و رحمت بسیار : بر آل و اصحاب اخیارؓ

ترجمہ: اور (سلام و رحمت کی یہ باران رحمت ہمیشہ ہوتی رہے) حضور پاکؐ کے اہل بیت اطہار، صحابہ کرام اور تابعین عظام پر کہ جو سب کے سب اہل تقویٰ و طہارت اور اصحاب حلم و کرم تھے۔

جب تلک دنیا قائم : درود و سلام دائم

ترجمہ: (ان پر یہ باران سلام و رحمت ہوتی رہے) جب تک کہ درخت بان کی شاخیں بادِ صبا سے جھومتی رہیں اور حدی خواں اپنے نغموں سے سرخی مائل سفید اونٹوں کو خوش اور سرخوش کرتا رہے۔

بعض وظیفہ پڑھنے والے آخر میں اس اضافی شعر کو دعا کی غرض سے پڑھ لیتے ہیں اگرچہ یہ شعر شامل قصیدہ نہیں ہے۔

کتبہٗ: ابن الصادق عبید اللہ
نوشہرہ ورکاں ضلع گوجرانوالہ

ہماری کتب

مکتوبات نبوی	سید محبوب رضوی
فصوص الحکم	ابن عربیؒ
خصوص الکلم فی حل فصوص الحکم	مولانا اشرف علی تھانوی
حلال و حرام	مولانا فتح محمد لکھنوی
احوال العارفین	حافظ غلام فرید
اصولِ شرعِ اسلام	مولوی مسعود علی
اصول الشاشی	غلام قادر
فلسفہ دعا	علامہ فضل احمد عارف
حکمتِ استخارہ	〃 〃 〃
سیرتِ سلمان فارسی	〃 〃 〃
برکات رمضان	〃 〃 〃
قرآنی دعائیں	حاجی منیر قریشی
تحریکِ نظم جماعت	ابوالکلام آزاد
اسلامی قانون فوجداری	

نذیر سنز پبلشرز ۴۰ اے اردو بازار لاہور

ماٰخذ و مصادر

بزبان عربی

۱- امام مسلم بن حجاج قشیری : صحیح مسلم مطبوعہ ملک سراج الدین اینڈ سنز لاہور

۲- امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی : جامع ترمذی مطبوعہ رحیمیہ دیوبند - انڈیا

۳- علامہ جلال الدین سیوطی : حسن المحاضرہ مطبوعہ مطبعہ شرفیہ - مصر

۴- شیخ محمد بن شاکر کتبی : فوات الوفیات مطبوعہ بولاق قاہرہ مصر ۱۲۸۲ھ

۵- شیخ ابن العماد حنبلی : شذرات الذہب مطبوعہ مکتبہ قدسی قاہرہ مصر ۱۳۵۰ھ

۶- علامہ یوسف نبہانی : المجموعۃ النبہانیہ مطبوعہ بیروت لبنان

۷- علامہ محمد فرید وجدی : دائرۃ معارف القرن الرابع عشر مطبوعہ مصر ۱۹۲۳ء

۸- یوسف الیان سرکیس : معجم المطبوعات مطبعہ سرکیس قاہرہ مصر - ۱۳۴۶ھ/۱۹۲۸ء

۹- علامہ ابن تغری بردی : المنہل الصافی عکسی اقتباس در دیوان البوصیری مطبوعہ مصر

۱۰- علامہ المقریزی : المقفیٰ " " " "

۱۱- شیخ عبد الحق محدث دہلوی : ماثبت بالسنہ مترجم اردو مطبوعہ دار الاشاعت کراچی

۱۲- حافظ ابن کثیر دمشقی : البدایہ والنہایہ مطبوعہ السعادۃ مصر

۱۳- محمد بن جعفر کتانی : الرسالہ المستطرفہ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۹ھ/۱۹۶۰ء

۱۴- شاہ ولی اللہ محدث دہلوی : فیوض الحرمین مترجم اردو مطبوعہ رحیمیہ دیوبند - انڈیا

۱۵- مولانا سید عبدالحی حسنی : نزہۃ الخواطر جلد ۸ مطبوعہ نور محمد کراچی

۱۶- مولانا عبدالحی حسنی : نزہتہ الخواطر جلد ۴ ترجمہ اردو مطبوعہ لاہور

۱۷- مولانا سید عبدالحی حسنی : الثقافتہ اسلامیہ فی الہند مطبوعہ دمشق ۱۹۵۸ء

۱۸- علامہ یاقوت حموی : معجم البلدان مطبوعہ دار صادر بیروت ۱۹۵۵ء

۱۹- حاجی خلیفہ ، کشف الظنون مطبوعہ استانبول

۲۰- اسماعیل پاشا بغدادی : ہدیہ العارفین مطبوعہ استانبول ترکی ۱۹۵۵ء

۲۱- خیرالدین زرکلی : الاعلام الطبقہ الثانیہ مطبوعہ مصر

۲۲- محمد سید کیلانی : دیوان البوصیری مطبوعہ مصر ۱۳۷۴ھ ۱۹۵۵ء

۲۳- شیخ احمد اسکندری : الوسیط فی الادب طبع ۱۵ دار المعارف مصر

۲۴- مولانا عبدالحی لکھنوی : الفوائد البہیہ مطبوعہ نور محمد کراچی ۱۳۹۳ھ

۲۵- دکتور داود چلبی : کتاب مخطوطات الموصل مطبوعہ بغداد ۱۹۲۷ء

۲۶- شیخ محی الدین شیخ زادہ حنفی : راحت الارواح علی ہامش العصیدہ مطبوعہ نور محمد کراچی

۲۷- مفتی عمر بن احمد خرپوتی : عصیدہ الشہدہ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

۲۸- ابو عبداللہ مقدسی : احسن التقاسیم اردو ترجمہ وتلخیص مطبوعہ ندوہ دہلی

۲۹- شیخ عبدالوہاب شعرانی : الطبقات الکبریٰ اردو ترجمہ مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی

۳۰- شیخ احمد بن مبارک سلجماسی : الابریز اردو ترجمہ "خزینۃ معارف" مطبوعہ علمی کتاب خانہ لاہور

۳۱- مولانا نور بخش توکلی : العمدہ شرح البردہ طبع اول لاہور ۱۳۳۹ھ

۳۲- فردنیاں توتل : المنجد فی الادب والعلوم مطبوعہ بیروت لبنان

۳۳- شاہ ولی اللہ محدث دہلوی : انتباہ فی سلاسل اولیاء عربی فارسی ممزوج مترجم اردو مطبوعہ لائلپور۔

ـــــ بزبان فارسی ـــــ

۳۴- شیخ عبدالحق محدث دہلوی : جذب القلوب مطبوعہ نعیمیہ۔ لاہور

۳۵۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی : انفاس العارفین مطبوعہ ملتان
۳۶۔ ملا عبدالقادر بدایونی : منتخب التواریخ اردو ترجمہ مطبوعہ غلام علی اینڈ سنز لاہور
۳۷۔ مولوی رحمٰن علی : تذکرہ علمائے ہند مطبوعہ نولکشور لکھنؤ طبع دوم ۱۳۳۲ھ
۳۸۔ ڈاکٹر علامہ اقبال ، کلیات اقبال مطبوعہ غلام علی اینڈ سنز لاہور

زبانِ اُردو

۳۹۔ پنجاب یونیورسٹی ادارہ معارف : اردو دائرہ معارف اسلامیہ مطبوعہ یونیورسٹی لاہور
۴۰۔ مولانا ذوالفقار علی دیوبندی : عطر الوردہ مطبوعہ رحیمیہ دیوبند انڈیا۔
۴۱۔ مولانا عبدالمالک کھوڑوی : حسن الجردہ طبع دوم قصور ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء
۴۲۔ مولانا ابوالحسنات محمد احمد قادری : طیب الوردہ طبع اول مطبوعہ لاہور
۴۳۔ پروفیسر سید محمود علی جالندھری : الشوارد الفردہ مطبوعہ پشاور ۱۳۷۱ھ
۴۴۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی : تاریخ دعوت و عزیمت مطبوعہ اعظم گڑھ ، انڈیا ۱۳۷۵ھ
۴۵۔ مولانا احتشام الحسن کاندھلوی : تاریخ و حالات مشائخ کاندھلہ
۴۶۔ مولانا مسعود عالم ندوی : دیار عرب میں مطبوعہ لاہور
۴۷۔ مولانا محمد یعقوب نانوتوی : بیاض یعقوبی مطبوعہ دار الاشاعت کراچی
۴۸۔ مولانا نجم الدین اصلاحی : مکتوبات شیخ الاسلام طبع سوم مطبوعہ دیوبند
۴۹۔ مولانا فیض احمد فیض : مہر منیر طبع سوم مطبوعہ لاہور
۵۰۔ مولانا عبدالحکیم شرف قادری : تذکرہ اکابر اہل سنت مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور
۵۱۔ شیخ محمد اکرام : رودِ کوثر مطبوعہ فیروز سنز لاہور
۵۲۔ سید تصدق حسین کاظمی : فہرست کتب خانہ آصفیہ مطبوعہ حیدر آباد دکن ۱۳۳۳ھ
۵۳۔ ڈاکٹر علامہ اقبالؒ : کلیات اقبال مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور

۵۴- پروفیسر حافظ احمد یار : فہرست کتب سیرت مطبوعہ لاہور

۵۵- مولانا عبد القدوس ہاشمی : تقویم تاریخی مطبوعہ کراچی

۵۶- مولانا گل حسن قادری : تذکرہ غوثیہ مطبوعہ سیٹھ آدم جی عبد اللہ نولکھا بازار لاہور

بزبان انگریزی

۵۷- سر ای.بی. ٹیلر : انسائیکلو پیڈیا بریٹینیکا مطبوعہ لنڈن ۱۹۶۰ء

۵۸- سر ایڈورڈ ہیبرٹ : دی نیو ایج انسائیکلو پیڈیا مطبوعہ لنڈن ۱۹۲۰ء

۵۹- سٹیفن اینڈ نانڈی : کنسائز انسائیکلو پیڈیا آف عربک سولائزیشن مطبوعہ ایمسٹرڈم ۱۹۵۹ء

۶۰- ای. ایف. بوزمین : ایوری مینز انسائیکلو پیڈیا چوتھا ایڈیشن مطبوعہ لنڈن ۱۹۵۸ء

۶۱- آر. اے نکلسن : لٹریری ہسٹری آف دی عربس مطبوعہ کیمبرج یونیورسٹی پریس ۱۹۵۶ء

۶۲- سید امیر علی : اسپرٹ آف اسلام مطبوعہ لندن ۱۹۲۲ء

بزبان جرمن

۶۳- کارل بروکلمان : گیشتے دیر عربیین لٹریچر مطبوعہ ویمر جرمنی (جی. اے. ایل)

اُردو رسائل

۶۴- ماہنامہ فاران کراچی

۶۵- ماہنامہ البلاغ کراچی

۶۶- ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

ISBN 969-465-020-8

نذیر سنز پبلشرز

40اے اردو بازار لاہور فون: 7123219

پوسٹ بکس نمبر 712

Rs: 120/-